اشاعت کا چھبیسواں سال

ماہنامہ معارفِ رضا کراچی

شمارہ: ۸ | رجب المرجب ۱۴۲۷ھ / اگست ۲۰۰۶ء | جلد: ۲۶

مدیر اعلیٰ: صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری

مدیر: پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی
اسلامی جمہوریہ پاکستان
www.imamahmadraza.net

ماہنامہ
معارفِ رضا
کراچی

مسلسل اشاعت کا چھبیسواں سال

جلد: ۲۶ شمارہ: ۸

رجب المرجب ۱۴۲۷ھ اگست ۲۰۰۶ء

ہدیہ فی شمارہ: -/25روپے
سالانہ: عام ڈاک سے: -/200روپے
رجسٹرڈ ڈاک سے: -/350روپے
بیرونِ ممالک: -/15امریکی ڈالر سالانہ

دائرے میں سرخ نشان ممبر شپ ختم ہونے کی علامت ہے۔ زرِتعاون ارسال فرما کر مشکور فرمائیں۔

نوٹ

رقم دستی یا منی آرڈر/ بینک ڈرافٹ بنام "ماہنامہ معارفِ رضا" ارسال کریں، چیک قابلِ قبول نہیں۔
ادارہ کا اکاؤنٹ نمبر: کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 5-4 ; 52۔حبیب بینک لمیٹڈ، پریڈی اسٹریٹ برانچ، کراچی۔

نوٹ: ادارتی بورڈ کا مراسلہ نگار/مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں۔ (ادارہ)

25۔جاپان مینشن، رضا چوک (ریگل)، صدر، پوسٹ بکس نمبر 7324، جی پی او صدر، کراچی 74400۔اسلامی جمہوریہ پاکستان
فون: +92-21-2725150 فیکس: +92-21-2732369
ای۔میل: mail@imamahmadraza.net ویب سائٹ: www.imamahmadraza.net

(پبلشر مجید اللہ قادری نے باہتمام حریت پرنٹنگ پریس، آئی آئی چندریگر روڈ، کراچی سے چھپوا کر دفتر ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل سے شائع کیا۔)

فہرست عنوانات

نمبر شمار	موضوعات	مضامین	نگارشات	صفحہ
1	نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم	آپ سے اچھا آپ سے بہتر، ناممکن ہے ناممکن	شفیق الرحمٰن شفیق	3
2	منقبت	مجھ کو بریلی کا بنا سچا سفیر اے خدا!	غلام مصطفیٰ رمزی قادری	4
3	اپنی بات	مجلسِ شرعی الجامعۃ الاشرفیہ کا مثالی کردار	صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری	5
4	معارفِ قرآن	سورۃ البقرۃ۔ تفسیرِ رضوی	مرتبہ: علامہ محمد حنیف خاں رضوی	7
5	معارفِ حدیث	شرک و کفر۔ شارح امام احمد رضا	مرتبہ: علامہ محمد حنیف خاں رضوی	9
6	معارف القلوب	ان اعمالِ صالحہ میں جن کے کرنے والے کو کسی دعا کی حاجت نہیں	علامہ نقی علی خاں/شارح: امام احمد رضا	11
7	معارفِ اسلاف	فتاویٰ مصطفویہ کا ایک تجزیاتی مطالعہ	ڈاکٹر سراج احمد قادری	13
8	معارفِ رضویات	فتاویٰ رضویہ جدید۔ اصلاح طلب پہلو	مولانا خورشید احمد سعیدی	24
8	معارفِ رضویات	مطالعۂ رضویات کے لئے چند اہم موضوعات کا تعین	پروفیسر سلیم اللہ جندران	30
9	علمی وتحقیقی و ملی خبریں	دوروزہ میڈیا سیمینار: خطبۂ استقبالیہ	مولانا مبارک حسین مصباحی	32
10	معارفِ کتب	ردّ الرفضۃ کے انگریزی ترجمہ پر ایک نظر	مولانا خورشید احمد سعیدی	36
11	فروغِ رضویات کا سفر	اپنے دیس بنگلہ دیس میں	صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری	45

''مقالہ نگار حضرات اپنی نگارشات ہر انگریزی ماہ کی ۱۰ر تاریخ تک ہمیں بھیج دیا کریں، مقالہ تحقیقی، مع حوالہ جات ہو، ۵ر صفحات سے زیادہ کا نہ ہو، کسی دوسرے جریدہ یا ماہنامہ میں شائع شدہ نہ ہو۔ اس کی اشاعت کا فیصلہ ادارے کی مجلسِ تحقیق و تصنیف کرے گی۔'' (ادارتی بورڈ)
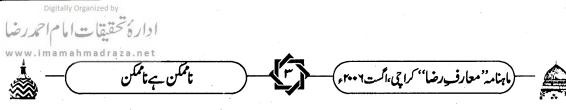
آپ سے اچھا، آپ سے بہتر، ناممکن ہے ناممکن

کلام: شفیق الرحمٰن شفیقؔ، سنبھل، مرادآباد

آپ سے اچھا، آپ سے بہتر، ناممکن ہے ناممکن
میرے نبی سا کوئی پیمبر، ناممکن ہے ناممکن

دیتا ہو جو سب کو دعائیں، سب کے کام جو آتا ہو
ایسا ہادی، ایسا رہبر، ناممکن ہے ناممکن

خاکِ مدینہ کے ذروں کی تابانی کا کیا کہنا
ایسے کہیں ہوں ماہ و اختر، ناممکن ہے ناممکن

ان کے ہی در سے مانگوں گا، ان سے ملے گی بھیک مجھے
مانگنے جاؤں ہر اک در پر، ناممکن ہے ناممکن

ان کا ہر مداح یقیناً خلد میں جائے گا اے شفیقؔ
جائے جہنم نعتیں پڑھ کر، ناممکن ہے ناممکن

مجھ کو بریلی کا بنا سچا سفیر اے خدا

غلام مصطفیٰ رمزؔی قادری، بیجاپور

اپنے حبیبِ پاک کا ادنیٰ فقیر اے خدا
مجھ کو بریلی کا بنا سچا سفیر اے خدا

ایمان ہے کہ تُو نے ہی بھیجا نذیر اے خدا
رحمت، رؤوف وحق، حریص، ناصر، بشیر اے خدا

رکھا ہے تُو نے جن کے سَر خاتمِ انبیاء کا تاج
ممکن نہیں اب کبھی ان کا نظیر اے خدا

محشر میں میرا فیصلہ دستِ نبی میں چھوڑ دے
حاکم شفیع کر انہیں، مالک ظہیر اے خدا

مجھ کو رضا شناس کر، حسنِ عمل سپاس کر
تُو ہے لطیف اے خدا، تُو ہے خبیر اے خدا

میری جبیں میں لکھ دے تُو، احمد رضا ہے آرزو
بندہ رضائے غوث کا، ان کا اسیر اے خدا

اتنا ادب سے کہہ سکوں میرا امام ہے رضا
مجھ سے سوال گر کریں منکر نکیر اے خدا

دل میں رضائے غوث ہو، آنکھوں میں ہو جمالِ غوث
لب پہ ہو تیرا اسمِ ذات وقتِ اخیر اے خدا

خاکِ بریلی، کربلا، بغداد و طیبہ کے طفیل
میرا وجود بھی رہے تیرا اجیر اے خدا

جامِ ''معارفِ رضا'' تیرے رضا کا ہو مدام
تجھ سے ہی ہے مدد کی آس، تو ہی نصیر اے خدا

رمزؔی ضعیف و ناسمجھ چالوں سے آشنا نہیں
دشمن توانا ہوشیار، نفس شریر اے خدا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿اپنی بات﴾

امت مسلمہ کے جدید مسائل کے حل میں مجلسِ شرعی الجامعۃ الاشرفیہ کا مثالی کردار

☆☆☆ مدیرِ اعلیٰ صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری کے قلم سے ☆☆☆

الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کی ''مجلس شرعی بساط عالم پر پیدا ہونے والے جدید فقہی مسائل کے حل کے لیے ایک معتبر نام ہے'' دورِ حاضر کی یہ ایک ایسی عظیم حقیقت ہے جس کا انکار کوئی کورِ باطن ہی کر سکتا ہے۔ علمائے ملّت کی اعلیٰ علمی اور فکری صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر جدید فقہی مسائل کے اجماعی حل کی جو عملی تصویر ابناء الاشرفیہ کی ''مجلسِ شرعی'' نے پیش کی ہے اس نے امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ''مجلس اصحاب'' کی یاد تازہ کر دی ہے۔ یہ ابناء الاشرفیہ کا ایک اتنا عظیم کارنامہ ہے جس پر سوادِ اعظم جتنا بھی فخر کرے کم ہے۔

تیرہ شرعی سیمیناروں کے بعد ''مجلس شرعی'' کی جو کارکردگی اجماعی فیصلوں کی صورت میں نظر آرہی ہے اس کو اپنے وغیر سب ہی تحسین کی نظر سے دیکھتے ہیں لیکن اس کے جو اہم برکات ہیں وہ ہماری نگاہ میں درج ذیل ہیں۔

(۱) کثیر تعداد میں اہل علم وتحقیق اور مفتیان راسخین ''مجلس شرعی'' کی آواز پر لبیک کہہ رہے ہیں، یہ بہت خوش آئند بات ہے۔

(۲) دلیل اور علمی تحقیق کو خواص وعوام میں قبولِ عام حاصل ہو رہا ہے۔

(۳) ''مشربی'' و ''جغرافیائی'' تعصب کی دیواریں گری ہیں، ''عرب وعجم'' کا فرق کم ہو رہا ہے، مشربی بالادستی کی بجائے شرعی دلائل کی ترجیحات کا وزن محسوس کیا جا رہا ہے اور اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ اور فَوْقَ كُلِّ ذِىْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ کا قرآنی نظریہ فروغ پذیر ہے۔

(۴) مستقبل کے علمائے فحول اور اہل تحقیق وافتاء کی تربیت گاہ بن رہی ہے۔

(۵) جدید تعلیم یافتہ مگر دین سے نابلد بلکہ متنفر افراد اور دشمنانِ اسلام، مثلاً عیسائیوں، یہودیوں اور ہندوؤں کے اسلام کے خلاف منفی پروپیگنڈے کا مثبت اور مستحکم جواب اور اس کا سدّ باب ''مجلس شرعی'' کے فیصلے ہیں۔

(۶) سوادِ اعظم اہلسنت وجماعت (فقہ حنفی) میں اتحادِ فکر وعمل کی ایک راہ نکلی ہے جو انتشار وافتراق کے اس دور میں ایک نیک فال ہے۔

آج کے دور میں جو گلوبلائیزیشن کا دور ہے۔الیکٹرونک اور پرنٹ میڈیا دعوت وتبلیغ کا سب سے موثر بلکہ طاقتور ذریعہ ہے۔ سواد اعظم کے اہل الرائے ابتک اس کی اہمیت اور اثر پذیری کو تسلیم کرنے سے دانستہ یا نادانستہ اغماز برت رہے تھے۔ یہ امر قابل اطمنان ہے کہ ابنائے اشرفیہ نے اس سمت میں بھی پہل قدمی کی۔ ہم امید کرتے ہیں کہ ''اسلام اور عصر حاضر کے چیلنج میڈیا'' کے حوالے سے منعقدہ سیمینار (۱۸/۱۹ مئی ۲۰۰۶) ایک سنگ میل کی حیثیت اختیار کرے گا۔ واضح ہو کہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی نے سب سے پہلے علماء مشائخ کرام کی توجہ اس جانب مبذول کرائی لیکن افسوس کے اسے درخورِ اعتناء نہ سمجھا گیا بلکہ ہم پر فتوے لگے۔ ادارے نے اپنی تاسیس کے روزِ اول سے تبلیغ اسلام اور مسلک حقہ کے ابلاغ کے لئے تمام مروجہ وسائلِ ابلاغ استعمال کئے ہیں۔ اخبارات، جرائد، ریڈیو، ٹی۔وی، اور اب ۲۰۰۶ء میں سے ملٹی میڈیا کا استعمال شروع کیا ہے۔ ادارے کی اپنی ایک ویب سائٹ بھی ہے www.imamahmadraza.net جس پر ہماری متعدد مطبوعات کے علاوہ ملٹی میڈیا پر بنی ہوئی امام احمد

رضا انٹرنیشنل کانفرنس ۲۰۰۶ء کی تمام کاروائی دیکھی جاسکتی ہے۔

بہر حال اجماعِ امت اور تبلیغ ودعوت دین و مسلک کا جو کام جامعہ اشرفیہ مبارکپور نے ایک نہایت منظم طریقہ پر اور انضباط و منصوبہ بندی کے ساتھ شروع کیا ہے اور الحمد للہ اس قدر جلد گذشتہ چند ایک برسوں میں جو اہم کامیابیاں حاصل کی ہیں اس کے لئے عزیز ملت حضرت علامہ شاہ عبدالحفیظ صاحب مدظلہ العالی، سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ، ان کی پوری ٹیم، الجامعۃ الاشرفیہ کے اساتذہ، طلبہ، و نیز ابنائے اشرفیہ پورے جنوبی ایشیا کے سوادِ اعظم (مسلم اکثریت حنفی المسلک) کی طرف سے قابل مبارکباد ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ ان حضرات کو استقامت کے ساتھ ساتھ مزید افرادی اور مالی وسائل سے مالا مال فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

کام وہ لے لیجئے تم کو جو راضی کرے
ٹھیک ہو نامِ رضا تم پہ کروروں درود

امید ہے ابناء اشرفیہ کی اس تحریک سے جنوبی ایشیاء کے دیگر ممالک خصوصاً پاکستان اور بنگلہ دیش میں "مجلس شرعی" کے طرز پر کام شروع ہوجائے گا۔ اور آگے چل کر ابنائے اشرفیہ کی یہ تحریک عالمی اسلامی تحریک بن جائے گی جس میں جنوبی ایشیا کے ممالک کے علاوہ عرب ممالک اور امریکہ، افریقہ اور یورپ کے اسکالرز اور علماء بھی شریک ہوسکیں گے۔

آخر میں مشورۂ عرض ہے کہ ابتک تیرہ سیمیناروں میں دور جدید کے مسائل کے حوالے سے جو فقہی فیصلے ہوچکے ہیں ان کا خلاصہ ایک کتابی شکل میں مرتب کر کے شائع کردیا جائے نیز اس کا انگریزی اور عربی زبان میں ترجمہ کرواکر کتابی صورت میں تمام اسلامی تحقیقی اداروں، بین الاقوامی جامعات، بڑی لائبریریوں، جامعہ ازہر، آرگنیزیشن آف اسلامک کانفرنس (او۔آئی۔سی) اور اہم اسلامی ملکوں کی حکومتی، علمی شخصیات کو اور دیگر غیر اسلامی سیکولر ملکوں کے تحقیقی اداروں اور مستشرق محققین کو بھی بھیجا جائے جس طرح او۔آئی۔سی فقہی کانفرنس میں طے شدہ فیصلوں کا خلاصہ ہر سال کتابی صورت (عربی) میں شائع کرتی ہے پھر اسے بین الاقوامی تحقیقی اداروں، محققین اور تحقیقی اداروں، اسلامی جامعات اور بڑی لائبریریوں کو فراہم کرتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دنیا کے مختلف خطوں کے علماء و اسکالرز بھی مجلس شرعی کے فیصلوں سے استفادہ کرسکیں گے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے علماء و مشائخ بھی ابناء الاشرفیہ کی اس تحریک سے متحرک ہوں اور اخلاص فی اللہ کے جذبے سے سرشار باہمی اتحاد و اتفاق کے ساتھ "مجلسِ شرعی" کے طرز پر کام کا آغاز کریں بلکہ ان سے استفادہ کرتے ہوئے کام کو آگے بڑھائیں۔ دوسری طرف دو روزہ بین الاقوامی میڈیا کانفرنس و سیمینار منعقد کر کے جہاں علماء و مشائخ امّہ کے جذبِ دروں کو بیدار کیا ہے وہیں مسلم امّہ کے صحافیوں اور دانشوروں کے فکری دریچوں کو وا کرنے کی بھی سعی مشکور ہے اور ساتھ ہی نوجوان مسلم کی غور وفکر کو مہمیز کیا ہے۔ اس ضمن میں الجامعۃ الاشرفیہ کے ترجمان "ماہنامہ اشرفیہ" کا کردار بھی بڑا مثبت اور فکر انگیز رہا ہے۔ مدیر اعلیٰ علامہ مبارک حسین مصباحی کے خامۂ "مستِ خمخانہ رضا" کی قیادت میں گذشتہ پانچ برسوں میں جس سرعت اور جذبۂ ایمانی کے ساتھ فکر انگیز اور انقلاب آفریں موضوعات پر فاضل قلم کار اور محققینِ امّہ نے خامہ فرسائی کی ہے وہ ہماری صحافت کا ایک قیمتی اثاثہ ہے اور بحمد اللہ اب ماہنامہ اشرفیہ کے جمال وجلال اور معیار و کمال کا یہ حال ہے کہ بقول آباد۔

فرق آتا ہی نہیں روحِ رواں کی چال میں
یہ فَرَس محتاج ہے کس دم بھلا مہمیز کا

اللہ عزوجل ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین ﷺ
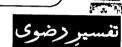
☆☆☆☆☆

معارفِ قرآن من افاضاتِ امام احمد رضا

سورۃ البقرہ

گزشتہ سے پیوستہ

مرتبہ: مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

اور بولے ہمیں تو آگ نہ چھوئے گی مگر گنتی کے دن تم فرمادو کہ خدا سے تم نے کوئی عہد لے رکھا ہے جب تو اللہ ہرگز اپنا عہد خلاف نہ کرے گا، یا خدا پر وہ بات کہتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں۔

﴿۱۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

امام رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:

قوله تعالیٰ فَلَن يُّخلِفَ اللّٰه عَهدَه ۔الآیة ۔ (البقرة ۔ ۸۰) یدل علیٰ انه سبحانه و تعالیٰ منزه عن الكذب فی وعده و وعيده قال اصحابنا لان الكذب صفة نقص والنقص على الله تعالیٰ محال ۔ وقالت المعتزلة لان الكذب قبيح لا نه كذب فيستحيل ان يفعله فدل على ان الكذب منه محال آه ملخصا ۔

اللہ عزوجل کا فرمانا کہ اللہ ہرگز اپنا عہد جھوٹا نہ کرے گا دلالت کرتا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ سبحانہ اپنے ہر وعدہ و وعید میں جھوٹ سے منزہ ہے۔ ہمارے اصحاب اہل سنت و جماعت اس دلیل سے کذب الٰہی کو ناممکن جانتے ہیں کہ وہ صفت نقص ہے اور اللہ عزوجل پر نقص محال اور معتزلہ اس دلیل سے ممتنع مانتے ہیں کہ کذب قبیح لذاتہ ہے۔ تو باری عزوجل سے صادر ہونا محال۔ غرض ثابت ہوا کہ کذب الٰہی اصلا امکان نہیں رکھتا۔ (فتاویٰ رضویہ جدید ج ۱۵ ر ص ۳۲۶)

کسی قول کی حکایت اس قول پر افتاء کے مترادف نہیں۔ کیوں کہ ہم بہت سے ایسے اقوال بیان کرتے ہیں جو مذہب (ابی حنیفہ) سے الگ ہوتے ہیں اور کوئی بھی نہیں سمجھتا ہے کہ ہم ان اقوال پر فتویٰ دے رہے ہیں۔ افتاء کے معنیٰ یہ ہیں کہ ہم کسی چیز پر اعتماد کریں اور سائل کو بتائیں کہ تم نے جو سوال کیا ہے اس میں شرع کا یہ حکم ہے اور یہ اسی کے لئے حلال ہے جو کسی چیز کو اس کی شرعی دلیل سے پہچانتا ہو۔ ورنہ یہ غلط ہوگا اور شریعت پر افتراء ہوگا اور ایسا کرنے والا اللہ کے اس قول کا مصداق ہوگا۔ اَم تَقُولُونَ عَلَى اللّٰه مَا لَا تَعلَمُونَ ۔ کیا تم اللہ پر وہ بات کہتے ہو جس کا تم کو علم نہیں۔ اور ۔قل آللّٰه اَذِنَ لَكُم اَم عَلَى اللّٰهِ تَفتَرُونَ ۔ (یونس ۔ ۵۹) نیز فرمادیجئے کیا اللہ نے تمہیں اجازت دی ہے کہ تم اللہ پر افتراء باندھتے ہو۔ (فتاویٰ رضویہ جدید ج ۱ ر ص ۱۰۲)

بے علم وفہم ترجمہ قرآن مجید میں دخل دینا گناہ کبیرہ ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

من قال فی القران بغير علم فليتبوأ مقعده من النار ۔ (الجامع للترمذی کتاب التفسير ۲/ ۱۱۹)

جو بغیر علم قرآن میں زبان کھولے وہ اپنا گھر جہنم میں بنالے۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ج ۶ ر ص ۳۹۵)

کسی فعل مسلمیں کو بدعت شنیعہ و ناجائز کہنا ایک حکم اللہ و رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر لگانا ہے اور ایک حکم مسلمانوں پر۔ اللہ و رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تو یہ حکم ان کے نزدیک فعل ناروا ہے انہوں نے اس سے منع فرمادیا ہے۔ اور مسلمانوں پر یہ کہ وہ اس کے باعث گنہگار و مستحق عذاب و ناراضی رب الارباب ہیں۔ ہر خدا ترس مسلمان کے دل میں اللہ و رسول جل علا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کامل عزت وعظمت اور کلمۂ اسلام کی پوری توقیر و

وقعت اور اپنے بھائیوں کی بھی خیر خواہی ومحبت ہے کبھی ایسے حکم پر جرأت روا نہ رکھے گا جب تک دلیل شرعی واضح سے ثبوت کافی ووافی نہ مل جائے۔

قال اللہ تعالیٰ: ام تقولون علی اللہ مالا تعلمون۔ (البقرۃ۔ ۱۴۰)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: یا تم ایسی بات اللہ کی طرف سے کہتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں۔

کیا اللہ عزوجل پر بے علم حکم لگائے دیتے ہو۔ دلیل شرعی مجتہد کے لئے اصول اربعہ ہیں اور ہمارے لئے قول مجتہد صرف۔ ایسی ہی جگہ علمائے کرام حکم بالجزم لکھتے ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ جدید ج ۸/ص ۴۱۷)

(۸۵) ثُمَّ اَنتُم هٰٓؤُلَآءِ تَقتُلُونَ اَنفُسَكُم وَتُخرِجُونَ فَرِيقًا مِّنكُم مِّن دِيَارِهِم ؗ تَظٰهَرُونَ عَلَيهِم بِالاِثمِ وَالعُدوَانِ وَاِن يَّاتُوكُم اُسٰرٰى تُفٰدُوهُم وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيكُم اِخرَاجُهُم ؕ اَفَتُؤمِنُونَ بِبَعضِ الكِتٰبِ وَتَكفُرُونَ بِبَعضٍ فَمَا جَزَآءُ مَن يَّفعَلُ ذٰلِكَ مِنكُم اِلَّا خِزيٌ فِى الحَيٰوةِ الدُّنيَا ۚ وَيَومَ القِيٰمَةِ يُرَدُّونَ اِلٰٓى اَشَدِّ العَذَابِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعمَلُونَ۔☆

بچہ یہ جو تم ہو اپنوں کو قتل کرنے لگے اور اپنے میں سے ایک گروہ کو ان کے وطن سے نکالتے ہو ان پر مدد دیتے ہو ان کے مخالف کو گناہ اور زیادتی میں اور اگر وہ قیدی ہو کر تمہارے پاس آئیں تو بدلا دے کو چھڑا لیتے ہو اور ان کا نکالنا تم پر حرام ہے تو کیا خدا کے کچھ حکموں پر ایمان لاتے ہو اور کچھ سے انکار کرتے ہو تو جو تم میں ایسا کرے اس کا بدلا کیا ہے مگر یہ کہ دنیا میں رسوا ہو اور قیامت میں سخت تر عذاب کی طرف پھیرے جائیں گے اور اللہ تمہارے کوتکوں سے بے خبر نہیں۔

﴿۱۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

کلام الٰہی میں فرض کیجئے اگر ہزار باتیں ہیں تو ان میں سے ہر ایک بات کا ماننا ایک اسلامی عقیدہ ہے، اب اگر کوئی شخص ۹۹۹/ مانے اور صرف ایک نہ مانے تو قرآن عظیم فرماتا ہے کہ وہ ان ۹۹۹/ کے ماننے سے مسلمان نہیں بلکہ صرف اس ایک کے نہ ماننے سے کافر ہے، دنیا میں اس کی رسوائی ہوگی اور آخرت میں اس پر سخت تر عذاب جوابد الآباد تک کبھی موقوف ہونا کیا معنی؟ ایک آن کو ہلکا بھی نہ کیا جائے گا، (جیسا کہ آیت "اَفَتُؤمِنُونَ بِبَعضِ الكِتٰبِ وَتَكفُرُونَ بِبَعضٍ فَمَا جَزَآءُ مَن يَّفعَلُ ذٰلِكَ مِنكُم اِلَّا خِزيٌ فِى الحَيٰوةِ الدُّنيَا ۚ وَيَومَ القِيٰمَةِ يُرَدُّونَ اِلٰٓى اَشَدِّ العَذَابِ ؕ" سے ثابت ہے)

نہ کہ ۹۹/ کا انکار اور ایک کو مان لے تو مسلمان ٹھہرے، یہ مسلمانوں کا عقیدہ نہیں بلکہ بشہادت قرآن عظیم خود صریح کفر ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ فقہاء کرام پر ان لوگوں نے جیتا افترا اٹھایا انھوں نے ہرگز کہیں ایسا نہیں فرمایا بلکہ انھوں نے یہ خصلت یہود "یحرفون الکلم عن مواضعہ" یہودی بات کو اس کے ٹھکانوں سے بدلتے ہیں، تحریف تبدیل کر کے کچھ کا کچھ بنالیا۔ فقہاء نے یہ نہیں فرمایا کہ جس شخص میں ۹۹/ باتیں کفر کی اور ایک اسلام کی ہو وہ مسلمان ہے، حاش للہ! بلکہ تمام امت کا اجماع ہے کہ جس میں ۹۹/ ہزار باتیں اسلام کی اور ایک کفر کی ہو وہ یقیناً قطعاً کافر ہے۔ ۹۹/ قطرے گلاب میں ایک بوند پیشاب کا پڑ جائے۔ سب پیشاب ہو جائے گا مگر یہ جاہل کہتے ہیں کہ ۹۹/ قطرے پیشاب میں ایک بوند گلاب کا ڈال دو سب طیب وطاہر ہو جائیگا۔ حاشا کہ فقہاء تو فقہاء کوئی ادنیٰ تمیز والا بھی ایسی جہالت بکے!

﴿جاری ہے.........﴾

☆ معارفِ حدیث ☆
من افاضاتِ امام احمد رضا

گزشتہ سے پیوستہ

۶۔ شرک و کفر

مرتبہ: مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

پھر فرمایا: وہ کبھی عوام کے علاج میں خیر خواہی کرتے ہیں اور یہ بھی انکا مکر ہے کہ ایسا نہ کریں تو شہرت کیسے ہو، روٹیوں میں فرق آئے، اور کبھی لوگ انکے فریب پر چرچ جائیں۔ یوں ہی یہ فریب ہے کہ بعض رئیسوں کا علاج اچھا کرتے ہیں کہ شہرت حاصل ہو اور اسکے اور اسکے جلیسوں کی نگاہ میں وقعت ہو۔ پھر علماء وصلحاء کے قتل کا موقع ملے اور ایسے اب موجود وظاہر ہیں، اور کبھی علماء وصلحاء کے علاج میں بھی خیر خواہی کرتے ہیں اور یہ بھی فریب ہے کہ مقصود ساکھ بندھن ہے۔ پھر جس عالم یا دیندار کا قتل مقصود ہے اسکی راہ ملنا اور یہ انکا بڑا مکر ہے۔

پھر ابن حاج مکی نے اپنے زمانہ کا ایک واقعہ ثقہ معتمد کی زبانی بیان فرمایا: کہ مصر میں ایک رئیس کے یہاں ایک یہودی طبیب تھا، رئیس نے کسی بات پر ناراض ہو کر اسے نکال دیا، وہ خوشامدیں کرتا رہا یہاں تک کہ رئیس راضی ہو گیا، کافر وقت کا منتظر رہا پھر رئیس کو کوئی سخت مرض ہوا۔ میں طبیب مغربی سے طب پڑھ رہا تھا لوگ انہیں بلانے آئے۔ انہوں نے عذر کیا، لوگوں نے اصرار کیا، لہٰذا گئے اور مجھے فرما گئے میرے آنے تک بیٹھے رہنا۔ تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ کانپتے تھراتے واپس آئے۔ میں نے کہا خیر ہے۔ فرمایا: میں نے پوچھا کہ یہودی نے کیا نسخہ دیا؟ معلوم ہوا کہ وہ رئیس کا کام تمام کر چکا ہے۔ اندر نہ گیا کہ ایک تو اسکے بچنے کی امید نہیں، پھر یہ اندیشہ کہ یہودی کہیں میرے ذمہ نہ رکھ دے، کل تک نہ بچے گا، وہی ہوا کہ صبح تک اسکا انتقال ہو گیا۔

پھر فرمایا: بعض لوگ کافر طبیب کے ساتھ مسلمان طبیب کو بھی شریک کرتے ہیں کہ جو نسخہ وہ بتائے مسلمان کو دکھالیں یوں اسکے مکر سے امن سمجھتے ہیں، اور اس میں کچھ حرج نہیں جانتے، حالانکہ یہ بھی چند وجوہ سے کچھ نہیں۔ ایک تو ممکن کہ جو دوا کافر نے بتائی اس وقت مسلمان طبیب کے خیال میں اسکا ضرر نہ آئے۔ پھر اسکی دیکھا دیکھی اور مسلمان بھی کافر سے علاج کرائیں گے، فیس وغیرہ جو اسے دی جائے وہ اسکے کفر پر مدد ہوگی۔ مسلمان کو اسکے لئے تواضع کرنی پڑے گی علاج کی ناموری سے کافر کی شان بڑھے گی خصوصاً اگر مریض رئیس تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکی تحقیر کا حکم دیا اور یہ اسکا عکس ہے۔ پھر ان سب وجوہ کے ساتھ یہ ہے کہ اس سے انکے ساتھ انس اور کچھ محبت پیدا ہو جاتی ہے اگر چہ تھوڑی ہی سہی، سوا اسکے جسے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے اور وہ بہت کم ہیں۔ اور کافر سے انس اہل دین کی شان نہیں۔

ان امام ناصح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ان نفیس بیانوں کے بعد زیادت کی حاجت نہیں اور بالخصوص علماء وعظمائے دین کیلئے زیادہ خطر کا مؤید۔

امام مارزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا واقعہ ہے، علیل ہوئے، ایک یہودی معالج تھا، اچھے ہو جاتے پھر مرض عود کرتا کئی بار یونہی ہوا۔ آخر اسے تنہائی میں بلا کر دریافت فرمایا۔ اس نے کہا: اگر آپ سچ پوچھتے ہیں تو ہمارے نزدیک اس سے زیادہ کوئی کار ثواب نہیں کہ آپ جیسے امام کو مسلمانوں کے ہاتھ سے کھو دیں۔ امام نے اسے دفع فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے شفا بخشی۔ پھر امام نے طب کی طرف توجہ فرمائی۔ اس میں تصانیف کیں اور طلبہ کو حاذق اطباء کر دیا۔ مسلمانوں کو ممانعت فرما دی کہ کافر طبیب سے کبھی علاج نہ کرائیں۔ یہود کے مثل مشرکین ہیں کہ

قرآن عظیم نے دونوں کو ایک ساتھ مسلمانوں کا سب سے سخت تر دشمن بتایا۔ اور لا یألونکم خبالا تو عام کفار کیلئے فرمایا۔
فتاوی رضویہ حصہ دوم ۲۹۲/۹

(۱۱) ذمی کافر سے برتاؤ میں نرمی کرو

۱۰۹۔ عن الصحابة رضی الله تعالیٰ عنهم عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: أَلَامَنْ ظَلَمَ مُعَاهِدًا أَوِ انْتَقَصَهُ أَوْ كَلَّفَهُ فَوْقَ طَاقَتِهِ وَ أَخَذَ مِنْهُ شَيْئًا بِغَيْرِ طِيْبِ نَفْسٍ فَاَنَا حَجِيْجَةٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۔ اراءۃ الادب ص ۵

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خبردار جس نے ذمی کافر پر ظلم کیا، نقصان پہونچایا، طاقت سے زیادہ کام لیا یا بغیر رضا اس کا تھوڑا سا بھی مال لیا کل قیامت میں اس سے میں جھگڑا کرونگا۔

(۱۲) ذمی کو تکلیف پہونچانا جائز نہیں

۱۱۰۔ عن عبد الله بن مسعود رضی الله تعالی عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم: مَنْ آذٰى ذِمِّيًا فَأَنَا خَصْمُهٗ، وَ مَنْ كُنْتُ خَصْمَهٗ خَصَمْتُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۔ فتاوی رضویہ حصہ دوم ۳۰۲/۹

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی ذمی کافر کو تکلیف پہونچائی تو میں اسکا مخالف ہوں، اور جس کا میں مخالف ہوا تو اسکا اظہار قیامت کے دن ہوگا۔ ۱۲م

(۱۳) مرتد کی سزا قتل ہے

۱۱۱۔ عن عبد الله بن عباس رضی الله تعالی عنهما قال: قال رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم: مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهٗ فَاقْتُلُوْهُ۔ فتاوی رضویہ ۲۲/۱۲

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو اپنا دین بدل دے اسے قتل کردو۔

حوالہ جات

۱۰۹۔ السنن لابی داؤد، الخراج، ۴۳۳/۲
۱۱۰۔ تاریخ بغداد للخطیب، ۳۷۰/۸
☆ کنز العمال للمتقی، ۱۰۹۱۳، ۳۶۲/۴
☆ الاسرار المرفوعة للقاری، ۴۸۲
☆ الموضوعات لابن الجوزی، ۳۶/۲
☆ تنزیه الشریعة لابن عراق، ۱۸۱/۲
☆ اللآلی المصنوعة للسیوطی، ۱۱۱۷۸/۲۔
☆ الجامع الصحیح للبخاری، الجهاد، ۴۲۳/۱
☆ الجامع للترمذی، الحدود، ۱۷۶/۱
☆ السنن لابن ماجه، ۱۸۵/۲
☆ الجامع الصغیر للسیوطی، ۵۲۰/۲
☆ السنن لابی داؤد، الحدود ۵۹۸/۲
☆ المسند لأحمد بن حنبل، ۲۳۱/۵
☆ السنن للنسائی، المحاربة ۱۵۱/۲
☆ المستدرك للحاکم، ۵۳۸/۳
☆ السنن الکبری للبیهقی، ۱۹۵/۸
☆ المعجم الکبیر للطبرانی، ۳۳۰/۱
☆ السنن للدار قطنی، ۱۱۳/۳
☆ بدائع المنن للساعاتی، ۱۵۸۰/۴

جاری ہے..........

ان اعمال صالحہ میں جن کے کرنے والے کو کسی دعا کی حاجت نہیں

☆ معارف القلوب ☆
من افاضاتِ امام احمد رضا

مصنف: رئیس المتکلمین حضرت علامہ نقی علی خاں علیہ الرحمۃ الرحمٰن
شارح: امام احمد رضا خاں محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان
محشی: مولانا عبدالمصطفیٰ رضا عطاری*

گزشتہ سے پیوستہ

قال الرضاء: یہ فصل اگرچہ اس رسالے میں نہیں۔ مگر اس مضمون کو حضرت مصنف علام قدس سرہ نے کتاب الجواہر میں افادہ فرمایا۔ فقیر عَفَوَ اللّٰہ تعالیٰ لہٗ بوجہ جلالتِ فائدہ وعظمتِ عائدہ اسے یہاں ذکر کرتا ہے۔ وہ تین چیزیں ہیں۔

اوّل: درود شریف۔

امام احمد وترمذی وحاکم باسانید صحیحہ جیدہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ جب چہارم شب گذرتی تھی، رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوکر فرماتے۔ ''اے لوگو! خدا کی یاد کرو، خدا کی یاد کرو۔ آئی راجفہ (۳۴۲) اس کے بعد آتی ہے۔ رادفہ (۳۴۳) آئی موت ان چیزوں کے ساتھ جو اس میں ہیں۔'' میں نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! میں دعا بہت کیا کرتا ہوں اس میں سے حضور کے لئے کس قدر مقرر کروں۔ فرمایا ''جتنی چاہے''۔ میں نے عرض کی چہارم۔ فرمایا ''جتنی چاہے اور زیادہ کرے تو تیرے لئے بہتر ہے۔'' میں نے عرض کی نصف۔ فرمایا ''جتنی چاہے اور زیادہ کرے تو تیرے لئے بہتر ہے۔'' میں نے عرض کی، اپنی کُل دعا حضور کے لئے کردوں۔ یعنی اپنی کُل دعا کے عوض حضور پر درود بھیجا کروں۔ فرمایا ''ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ تیرے سب مہمات کفایت کرے گا اور تیرے گناہ بخش دے گا۔''

احمد وطبرانی باسنادِ حسن راوی، وہذا حدیث الطبرانی کہ ایک شخص نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! میں اپنی تہائی دعا حضور کے لئے کروں۔ فرمایا ''اگر تو چاہے۔'' عرض کی دو تہائی۔ فرمایا۔ ''ہاں''۔ عرض کی کُل دعا کے عوض درود مقرر کروں۔ فرمایا ''ایسا کرے گا تو خدا تیرے دنیا و آخرت کے سب کام بنادے گا۔''

اور بیشک درود سرورِ عالم ﷺ کے لئے دعا ہے اور جس قدر اس کے فوائد و برکات مصلّی (۳۴۴) پر عائد ہوتے ہیں ہرگز ہرگز اپنے لئے دعا میں نہیں بلکہ ان کے لئے دعا تمام امتِ مرحومہ کے لئے دعا ہے کہ سب انہی کے دامن دولت سے وابستہ ہیں۔

ع سلامت ہمہ آفاق در سلامتِ تُست (۳۴۵)

دوم: ذکر الٰہی:

بیہقی نے شعب الایمان میں بکیر بن عتیق، انہوں نے سالم بن عبداللہ، انہوں نے اپنے باپ عبداللہ بن عمر، انہون نے اپنے والے حضرت فاروقِ اعظم، انہوں نے حضرت سید المرسلین ﷺ، حضور نے رب العزت ذی الجلال تقدست اسماؤہ سے روایت کی کہ فرماتا ہے

من شغلہ ذکری عن مسئلتی اعطیتہ افضل ما اعطی السائلین۔ ''جسے میری یاد میرے مانگنے سے باز رکھے، میں اسے بہتر اس عطا کا بخشوں جو مانگنے والوں کو دوں۔''

اسی واسطے حضرت سالم بن عبداللہ نے تمام مدت وقوف میں ذکر الٰہی پر اقتصار کیا اور تاغروبِ آفتاب لَآاِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ (۳۴۶) لَآاِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ رَبُّنَا وَرَبُّ اٰبَائِنَا الْاَوَّلِیْنَ (۳۴۷) کہتے رہے۔

سوم: تلاوت قرآن مجید:

نبی ﷺ اپنے رب جلیل تبارک وتعالیٰ سے روایت فرماتے ہیں:

من شغله القران عن ذكرى ومسئلتى اعطيته افضل ما اعطى السائلين وفضل كلام الله على سائر الكلام كفضل الله على خلقه۔

''جسے تلاوتِ قرآن مجید میرے ذکر اور میرے سوال سے روک دے اسے افضل اس کا دوں، جو تمام سائلین کو عطا کروں۔'' پھر فرمایا ''اور بزرگی کلامِ الٰہی کی تمام کلاموں پر ایسی ہے جیسے بزرگی رب العزت جل جلالہ اس کی تمام مخلوق پر۔ قال الترمذی حدیث حسن واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم بالصواب۔)

فصل دہم
مبحث دعا کے متعلق چند نفیس سوال و جواب

سوال اول: اپنی عاجزی اور پروردگار تبارک و تعالیٰ کی رحمت پر نظر کرکے دعا و سوال بہتر ہے یا قضا پر راضی ہو کر ترک اولیٰ ہے؟

جواب: بعض علماء ترکِ دعا کو اَولیٰ جانتے ہیں۔ امام واسطی فرماتے ہیں جو کدائے تعالیٰ نے تیرے لئے ٹھہرا دیا، وہ اس سے بہتر ہے جو تو مانگتا ہے۔

سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بَلا کے وقت دعا نہ مانگی۔ جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا۔ کچھ حاجت ہے؟ فرمایا۔ ہاں، مگر نہ تم سے۔ کہا خدا سے عرض کیجئے۔ فرمایا، حسبی من سوالی (۱۵☆) علمہ بحالی۔ (۳۴۸)

ع خدا واقف کہ حافظ را غرض چیست
وعلم اللہ حسبی عن سوالی (۳۴۹)

علماء کہتے ہیں۔ جو چیز بے مانگے ملتی ہے، اس کہ مانگنے سے حاصل ہو، بہتر ہوتی ہے۔ دیکھو! حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مغفرت کی طلب اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہدایت کی تمنا کی۔ حضرت محمد ﷺ کو یہ دونوں رحمتیں حضرت ابراہیم و حضرت موسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام سے بہتر و افضل حاصل ہوئیں۔

حواشی

(۳۴۲) صورِ اسرافیل کا پہلا نفخہ، یعنی پہلی بار صور پھونکنا کہ جس سے قیامت قائم ہوگی۔

(۳۴۳) صورِ اسرافیل کا دوسرا نفخہ، یعنی دوسری بار پھونکنا کہ جس سے مخلوق دوبارہ اٹھائی جائے گی اور حشر برپا ہوگا۔

(۳۴۴) یعنی درود شریف پڑھنے والا

(۳۴۵) ع میں کیا بتاؤں تمنائے زندگی کیا ہے
حضور آپ سلامت رہیں کمی کیا ہے

(۳۴۶) اللہ عزوجل کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اس کے لئے ہے ساری بادشاہت اور سب خوبیاں اسی کو، اسی کے دستِ قدرت میں ہیں ساری بھلائیاں اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔

(۳۴۷) اللہ عزوجل کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں جو ہمارا رب اور ہمارے اگلے باپ داداؤں کا پروردگار ہے۔

(۱۵☆) ملا علی قاری شرح فقہِ اکبر میں لکھتے ہیں کہ اس کلمہ کی برکت سے جلنے سے محفوظ رہے۔ سات دن یا چالیس دن آگ میں رہے اور اس وقت سولہ برس کے تھے۔ ۱۲ منہ قدس سرہ (۳۴۸) مجھے سوال کرنے کی حاجت نہیں، وہ میرے حال سے اچھی طرح واقف ہے۔

(۳۴۸) مجھے سوال کرنے کی حاجت نہیں، وہ میرے حال سے اچھی طرح واقف ہے۔

(۳۴۹) ع خدا تو جانتا ہے حال کیا ہے اُس کے بندے کا
نہیں حاجت میرے معروض کی اس ربِ اعلم کو
(عطاری)

﴿جاری ہے......﴾

حضور مفتیِ اعظم ہند کے مجموعۂ فتاویٰ

''فتاویٰ مصطفویہ'' کا ایک تجزیاتی مطالعہ

ڈاکٹر سراج احمد قادری*

فتویٰ لغت میں حکمِ شرع۔ شرعی فیصلہ بیان کرنے کو کہتے ہیں[1] لیکن اصطلاحی طور پر ہر اس سوال کی جانکاری فراہم کرنا جس کا علم مستفتی یا سائل کو نہیں ہے یا اگر ہے پھر بھی اس سوال سے متعلق مستفتی ایک دستاویز اپنے پاس رکھنا چاہتا ہے جس کا وہ ضرورت پڑنے پر استعمال کر سکے۔

چونکہ اسلام کے اساسی پہلو میں یہ بات داخل وشامل ہے کہ علم کی روشنی پھیلے اور جہالت و لاعلمی کی تاریکیاں دور ہوں اسی لئے قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر حکم صادر فرمایا:

فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (النحل: ۴۳)

''تو اے لوگو! علم والو سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔'' (کنز الایمان)

لغوی اعتبار سے تو فتویٰ نویسی حکمِ شرع یا شرعی فیصلہ بیان کرنے کو کہتے ہیں لیکن فتاویٰ کی کتابوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مفتیانِ کرام سے علم و معاشرے سے متعلق ہر اس سوال کا جواب طلب کیا گیا جس کی لوگوں نے ضرورت محسوس کی اور مفتیانِ کرام نے ان کے جوابات بھی دیئے۔ ہماری نگاہوں کے سامنے حضور سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدثِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے وہ نقوشِ زرّیں آج بھی ''فتاویٰ رضویہ'' کی شکل میں مہ تاباں کی مانند روشن و درخشاں ہیں جس میں آپ سے علم و معاشرے سے متعلق سوالات کئے گئے ہیں چاہے وہ سائنس کے مسائل یعنی زمین کی گردش اور سورج کے مستقیم رہنے کا مسئلہ ہو، چاہے وہ کرنسی یعنی نوٹ کے مسائل ہوں یا نماز، روزہ، حج وزکوٰۃ یا ایمان وعقائد کے مسائل ہوں، جس بھی معاملے میں لوگوں نے آپ سے رجوع کیا آپ نے اس کا معقول ومدلل جواب مرحمت فرمایا۔

امام احمد رضا محدثِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر کی ایک خوبی جو میں نے محسوس کی وہ یہ ہے کہ آپ جب بھی کسی موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں تو وہ کبھی بھی مخاصمانہ رویہ نہیں اختیار فرماتے۔ وہ سائل یا مستفتی کو اپنا حریف نہیں بناتے بلکہ آپ کی پوری پوری کوشش یہ ہوتی ہے کہ مستفتی مکمل طور پر ان کے پیش کئے ہوئے دلائل سے مطمئن ہو جائے۔ مستفتی یا سائل کے اطمینان کے لئے وہ اپنا پورا زورِ علم اور زورِ قلم صرف فرما دیتے۔ اس کے لئے وہ ایسی ایسی نادر و نایاب تشبیہات وتمثیلات کا استعمال فرماتے ہیں جس سے کہ مستفتی یا سائل کے ذہن میں نفسِ مسئلہ واضح طور پر بیٹھ جائے۔ چنانچہ وہ اپنے ساتھ پیش آنے والے ایک واقعہ کو بایں طور بیان فرماتے ہیں:

''۱۳۰۲ھ میں فقیر بہ نسبت خاک بوسی آستانہ عالیہ سلطان الاولیاء محبوبِ الٰہی حضرت نظام الحق والدین رضی اللہ عنہ بریلی سے شد الرحال کر کے حاضر بارگاہِ غیاث پور شریف ہوا تھا۔ دہلی کی ایک مسجد میں نماز کو جانا ہوا۔ اذان کہنے والے نے مسجد میں اذان کہی، فقیر نے حسبِ عادت کہ جو امر خلافِ شرعِ مطہر پایا مسئلہ گزارش کر دیا۔ اگرچہ ان صاحب سے اصلاً تعارف نہ ہوا۔ ان مؤذن صاحب سے بہ نرمی کہا کہ مسجد میں اذان مکروہ ہے۔ کہا، کہاں لکھا ہے؟ میں نے قاضی خاں، خلاصہ، عالمگیری، فتح القدیر کے نام لئے۔ کہا، ہم ان کی نہیں مانتے۔ فقیر سمجھا کہ حضرت طائفہ غیر مقلدین سے ہیں۔ گزارش کی کہ آپ کیا کام کرتے ہیں؟ معلوم ہوا کچہری میں نوکر ہیں۔ فقیر نے کہا احکم الحاکمین جل جلالہٗ کا سچا حقیقی دربار تو ارفع واعلیٰ ہے۔ آپ

* محلہ بنجریہ، خلیل آباد، ضلع سنت کبیر نگر، یوپی

انہی کچہریوں میں روز دیکھتے ہوں گے مدعی و مدعا علیہ گواہوں کی حاضری کچہری کے کمرے کے اندر کھڑا ہو کر پکارتا ہے یا باہر؟ کہا، باہر۔ کہا، اگر اندر ہی چلانا شروع کرے تو بے ادب ٹھہرے گا یا نہیں۔ بولے، اب میں سمجھ گیا۔ غرض کتابوں کو نہ مانا جب ان کی سمجھ کے لائق کلام پیش کیا، تسلیم کرلیا۔ ع فکر ہر کس بقدر ہمت اوست الحمدللہ حق واضح ہوگیا۔" ۲

ہندوستان میں فتویٰ نویسی کا آغاز اسلام کے فروغ وارتقا کے ساتھ ہی ہوا۔ مبلغین اسلام عوام الناس کے حلقے میں جاکر انہیں اسلام کی باتیں بتاتے اور سکھاتے تھے۔ جو باتیں لوگوں کو آسانی کے ساتھ سمجھ میں آجاتی تھیں اس کو لوگ اسی وقت قبول کر لیتے تھے لیکن جو باتیں دقت طلب یا مشکل ہوا کرتی تھیں ان کے بارے میں مبلغینِ اسلام سے بار بار پوچھا کرتے تھے۔ اولاً افتاء اور استفتاء کا یہی طریقۂ کار رہا مگر جوں جوں لوگ ترقی کرتے گئے اور تہذیبوں سے وابستہ ہوتے گئے استفتاء اور افتاء کے طریقۂ کار میں بھی تبدیلی آتی گئی۔

بریلی میں افتاء کی بنیاد:

شہر بریلی میں افتا کی بنیاد امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دادا امام العلما حضرت علامہ مفتی رضا علی خاں رحمۃ اللہ علیہ نے انیسویں صدی کے نصف اول ۱۲۴۶ھ/ ۱۸۳۱ء میں رکھی۔ ڈاکٹر محمد حسن قادری بریلی میں افتا کی بنیاد رکھے جانے کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

"تیرہویں صدی ہجری میں امام الاتقیا کے والد ماجد امام العلما مولانا رضا علی خاں رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۲۴۶ھ/ ۱۸۳۱ء میں سرزمین بریلی پر مسندِ افتا کی بنیاد رکھی اور چونتیس سال تک فتویٰ نویسی کا کام بحسن وخوبی انجام دیا۔ امام العلما نے اپنے فرزندِ سعید مولانا نقی علی خاں کو خصوصی تعلیم دے کر مسندِ افتا پر فائز کیا۔ مولانا نقی علی خاں نے مسندِ افتا پر رونق افروز ہونے کے بعد سے ۱۲۱۷ھ تک نہ صرف فتویٰ نویسی کا گراں قدر فریضہ انجام دیا بلکہ معاصر علما وفقہا سے اپنی علمی بصیرت کا لوہا منوالیا۔ مولانا نے طویل عرصہ تک ملک و بیرون ملک سے آنے والے سوالات کے جواب انتہائی فقیہانہ بصیرت کے ساتھ فی سبیل اللہ تحریر کیے۔ مولانا کے فتاویٰ کا مجموعہ تیار نہ ہوسکا اس لئے ان کی فتویٰ نویسی پر سیر حاصل گفتگو نہیں کی جاسکتی لیکن مختلف علوم پر آپ کی مطبوع تصانیف آپ کے علم وفضل کی شاہد ہیں۔ آپ کی آراء کو علمائے عصر سند تسلیم کرتے تھے اور اپنے فتووں پر امام الاتقیا کی تصدیق لازمی وضروری سمجھتے تھے۔ آپ کے پاس عام طور پر فتاویٰ تصدیقات کے لئے آتے تھے۔ آپ انتہائی احتیاط سے کام لیتے تھے۔ اگر جوابات صحیح ہوتے تو دستخط کر کے مہر ثبت کر دیتے تھے اور اگر جواب غلط ہوتے تو علیٰحدہ کاغذ پر جواب لکھ دیتے تھے۔ کسی کی تحریر سے تعرض نہیں کرتے تھے۔ اس بارے میں آپ کے شاگرد مفتی حافظ بخش انولوی لکھتے ہیں: "مسائل جو مہر کے واسطے آتے ہیں اگر صحیح ہوتے ہیں مہر ثبت فرماتے ہیں اور جو خلافِ کتاب ہوتے ہیں جواب علیٰحدہ سے لکھ دیتے ہیں، کسی کی تحریر سے تعرض نہیں کرتے۔" ۳

مفتی کے اوصاف:

مفتی کو کن کن خوبیوں سے متصف ہونا چاہئے یہ ایک اہم پہلو ہے۔ چنانچہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: "التحقیق ان المفتی فی الوقائع لابدله من ضرب اجتهاد و معرفة باحوال الناس" یعنی مسائلِ جدیدہ کو حل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ مفتی اجتہادی قوت کا حامل ہو اور لوگوں کے حالات کا عالم ہو۔ ۴

مفتی کے اندر قوتِ اجتہادی، بیدار مغزی، ذہانت وفطانت اور تبحر علمی کا ہونا ضروری ہے۔ نیز مفتی کے اندر سب سے بڑی جس خوبی کا ہونا ضروری ہے وہ ہے "ماہرِ نفسیات" کا ہونا۔ اس لئے کہ مفتی سے طلب کئے جانے والے استفتا یا سوالات کا ایک منظر اور پسِ منظر ہوتا ہے۔ کبھی کبھی مستفتی یا سائل اپنی منشاء کو واضح طور پر بیان کر دیتا ہے جس سے مفتی کو جواب تحریر کرنے میں کسی طرح کی کوئی دقت نہیں ہوتی۔ لیکن کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مستفتی اپنے سوال کو گھما پھرا کر

یا گنجلک کر کے اپنے مقصد کی برآری کے لئے مفتی سے استفتا کرتا ہے۔ ایسی صورت میں مفتی کا ماہر نفسیات ہونا ضروری ہوتا ہے جس سے کہ وہ سائل کے سوال اور اس کی منشا کی تہہ تک پہنچ سکے یا پھر اس کی منشا کو جاننے کے لئے مستفتی کو لکھے کہ اپنا سوال واضح لفظوں میں لکھ بھیجو۔ چنانچہ اس کی ایک مثال "فتاویٰ رضویہ" سے ملاحظہ ہو:

مسئلہ:

ازرامہ تحصیل گوجر خاں ضلع راول پنڈی، ڈاک خانہ جاتلی مسئولہ محمد جی ۲۷ رشوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مدعی کے تین شاہد شہادت دیتے ہیں کہ والد دختر نابلغ نے سفر سے ایک خط اپنے بھائی کو لکھا کہ میری دختر نابالغہ فرحان بی بی کا ناتا یا نکاح جس جگہ تمہاری مرضی ہو کر دو، ہم لوگ اس کاغذ کے سامعین ہیں۔ بعدہٗ اس وکیل والد کے ایک لڑکے نابالغ مسمی کٹھر کہ جس کا کوئی عصبہ زندہ نہیں ہے کنایہ نکاح کے طور پر کر دیا تھا اور لڑکے معلوم کی طرف سے اس کے ماموں نے اس کے لئے قبول کر لیا ہے اور ہم نے یہ نکاح ہی سمجھا ہے۔ یہ تقریر شاہدین مدعی کی بتمامہ ہے۔ اب والد دختر معلولہ کا سفر سے بالکل منکر ہے اور گواہ اس کے بھی منکر ہیں تقریر بالا سے یا کہتے ہیں کہ ناتا ہوا ہے، نکاح حالانکہ وکیل فوت ہو گیا ہے اور کاغذ بھی کھو گیا ہے۔ بینوا توجروا قیمت کاغذ دی جائے گی۔

الجواب:

بات صاف لکھئے۔ ایجاب کس نے کیا قبول کس نے کیا۔ ایجاب کے کیا لفظ تھے قبول کے کیا لفظ تھے؟ لڑکا کا چچا جس کو اس کے باپ نے وکیل کیا تھا اس نے خود پڑھایا تھا یا کسی سے پڑھوایا تھا یا بطور خود پڑھ دیا تھا؟ اور وہ وکیل والد اس جلسہ میں موجود تھا یا نہ تھا۔ اور جب والد لڑکے کا موجود تھا تو لڑکے کی طرف سے ماموں نے کیوں قبول کیا؟ والد پسر کے کہنے سے یا بطورِ خود اور والد پسر نے اس پر کیا کہا۔ اور جب وہ الفاظ کنایہ تھے تو ان لوگوں نے کس قرینہ سے نکاح ہونا سمجھا اور دختر کا والد کس بات سے منکر ہے۔ اس وکیل کرنے سے یا نکاح ہونے سے۔ اور وہ خط ڈاک میں آیا تھا یا آدمی کے ہاتھ اور یہ جو مدعی کے تین گواہ ہیں ان کے سامنے پڑھا گیا یا ان کے سامنے والد دختر نے لکھا تھا۔ اور یہ گواہ ثقہ پرہیزگار ہیں یا کیسے۔ ان سب باتوں کے مفصل جواب آنے پر جواب ہو سکے گا۔ قیمت کاغذ کی نسبت پہلے آپ کو لکھ دیا گیا کہ یہاں فتویٰ اللہ کے لئے دیا جاتا ہے، بیچا نہیں جاتا۔ آئندہ کبھی یہ لفظ نہ لکھئے۔ فقط [5]

مفتی کے پاس کبھی کبھی اس طرح کے بھی استفتے آسکتے ہیں کہ سوال کا پسِ منظر ایک ہوتا ہے، جگہ ایک ہوتی ہے مگر مستفتی دو یا دو سے زائد ہوتے ہیں اور ان میں جو سب سے بڑا فرق ہوتا ہے وہ یہ کہ موضوع تو دونوں کا ایک ہی ہوتا ہے مگر اسلوبِ تحریر میں گھماؤ پھراؤ ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں مفتی کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ دونوں مستفتیان کے موضوع اور اسلوب کا گہری نظر سے جائزہ لیں اور نفسیاتی اعتبار سے پرکھیں کہ سائل کے اس سوال کے پیچھے اس کی منشا کیا ہے؟ اس کے بعد ہی جواب تحریر کرے۔ اس وقت میرے پیشِ نظر حضور سیدِ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ مجموعہ "فتاویٰ رضویہ" کی دوسری جلد ہے جس میں ایک ہی مقام سے دو حضرات نے ایک ہی موضوع پر استفتے طلب کئے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

مسئلہ:

ازشہر بریلی، محلہ خواجہ قطب، مسئول منشی رضا علی صاحب ۲ ر رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا ارشاد ہے علمائے دین کا اس مسئلہ میں کہ ٹھیلے کی رسی جس میں ایک کپڑا لپٹا ہوا تھا اور جو بیل کے سینے کے نیچے باندھی جاتی ہے، کنویں میں ڈالی گئی۔ جس نے کپڑا رسی پر لپیٹا تھا اس کا بیان ہے کہ کہ کپڑا پاک لپیٹا تھا۔ لوگوں کا شبہ ہے کہ بیل کے گوبر یا پیشاب کی چھینٹیں شاید پڑی ہوں۔ ایسی صورت میں کنواں پاک رہا یا ناپاک

ہوا۔ اگر ناپاک ہوا تو کس قدر پانی نکالنا چاہیے؟

الجواب:

کنواں پاک ہے اصلاً کچھ نکالنے کی حاجت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ:

از شہر بریلی محلہ خواجہ قطب، مسئولہ مسعود علی صاحب
۲ر رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ٹھیلے میں بیل کے جو تنے بیل کے سینہ بند اور گردن میں ایک رسی بندھی ہوئی تھی اور اس کے سینے اور گردن کی خراش بچانے کے واسطے ایک بے نمازی عورت کا میلا دوپٹا رسی پر لپیٹا ہوا۔ جو کہ عرصہ دراز تک استعمال میں آچکا ہے۔ اس حالت میں ظن ہے کہ رسی اور کپڑا گوبر اور پیشاب کی آلودگی سے یا اس خون اور رطوبت سے جو بیل یا پہیے کی رگڑ سے کھال چھلنے کے بعد نکلتا ہے نہیں بچا ہوگا۔ وہ کنویں میں گر گیا۔ اس حالت میں کنوا پاک ہے یا نجس۔

الجواب:

بے نمازی عورت کا میلا دوپٹا ہونے سے اس کی باپا کی لازم نہیں نہ عرصہ دراز تک استعمال سے۔ نہ سینے کی رسی کو گوبر اور پیشاب سے علاقہ۔ رہا کھال چھل کر خون نکلنا یہ ثبوت طلب ہے۔ نکلا ہوگا کافی نہیں۔ یہ معلوم وثابت وتحقیق ہونا لازم کہ واقعی خون وغیرہ نجس رطوبت نکل کر اس کپڑے میں لگی تھی۔ اس تحقیق کے بعد ضرور کنواں ناپاک مانا جائے گا۔ اور کل پانی نکالنے کا حکم ہوگا۔ ورنہ وہم وشک پر نجاست نہیں ہوسکتی۔ ایسا ہی زیادہ شک ہو تو بیس ۲۰ ڈول نکال دیں جن سے مقصود نہ کنواں بلکہ اپنے دل کا شک سے پاک کرنا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۶)

اگر دونوں مستفتیان کے سوالات کا ایک تجزیاتی ونفسیاتی مطالعہ کریں تو آپ دیکھیں گے کہ پہلے سوال کے سائل یا مستفتی کا مطمح نظر کنویں کے پاک ہونے اور ناپاک ہونے کے بارے میں جانکاری حاصل کرنا ہے۔ جس کا جواب مجدد اعظم نائب امام اعظم حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے صرف ایک سطر میں تحریر فرمایا: "کنواں پاک ہے اصلاً کچھ نکالنے کی حاجت نہیں۔" لیکن اگر دوسرے مستفتی کے سوال کا ایک نفسیاتی مطالعہ کریں تو آپ کے سامنے چند باتیں ابھر کر آئیں گی: (۱) بے نمازی عورت کے دوپٹے کا ہونا۔ (۲) عرصہ دراز تک اس کا استعمال۔ (۳) رسی اور کپڑے کا گوبر اور پیشاب سے آلودہ ہونے کا شک۔ (۴) بیل اور پہیے کی رگڑ سے کھال چھلنے کے بعد خون اور پیشاب کے نکلنے کا شک۔

حضور سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے سائل کے سوال کا بڑی گہرائی کے ساتھ نفسیاتی مطالعہ کیا اور اس کے بعد سائل کے تمامی شکوک وشبہات کا جواب بڑے ہی جامع انداز میں تحریر فرمایا۔ چنانچہ سائل کے پہلے شک کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: "بے نمازی عورت کا میلا دوپٹا ہونے سے کنویں کی ناپاکی لازمی نہیں" دوسرے شک کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: "بے نمازی عورت کا میلا دوپٹا ہونے سے کنویں کی ناپاکی لازمی نہیں" دوسرے شک کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

"عرصہ دراز تک استعمال سے نہ سینے کی رسی کو گوبر اور پیشاب سے علاقہ ہے۔"

تیسرے شک کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

"رہا کھال چھل کر خون نکلنا ثبوت طلب ہے۔ نکلا ہوگا کافی نہیں۔ یہ معلوم وثابت وتحقیق ہونا لازمی کہ واقعی خون وغیرہ نجس رطوبت بکل کر اس کپڑے میں لگی تھی۔ اس تحقیق کے بعد ہی کنواں ناپاک مانا جائے گا اور پانی نکالنے کا حکم ہوگا۔ رونہ ہم وشک پر نجاست نہیں ہوسکتی۔"

اور آگے کا جملہ تو اتنا پیارا ہے کہ جس کو بار بار پڑھنے پر ایمان کی حلاوت وتروتازگی محسوس ہوتی ہے۔ اس جملے نے جہاں سائل کے سارے ذہنی شکوک وشبہات کا قلع قمع کر دیا وہیں سائل کو اطمینان

کامل بخشتے ہوئے اس کے ایمان کو اضعافاً مضاعفا کا درجہ عطا کر دیا۔

ارشاد فرماتے ہیں:

"ایسا ہی زیادہ شک ہو تو بیس (۲۰) ڈول نکال دیں جس سے مقصود نہ کنواں بلکہ اپنے دل کا شک سے پاک کرنا ہے۔"

علم النفس:

نفسیات کا موضوع بہت وسیع ہے۔ اور اس موضوع پر جہاں مغربی افکار وخیالات کی نمائندگی کرنے والے لٹریچر بازار میں موجود ہیں۔ وہیں قرآن وحدیث کی روشنی میں علم النفس کے موضوع پر لکھی جانے والی کتابیں بھی موجود ہیں۔ اور میں تو اس حد تک زور دے کر یہ بات کہنا چاہونگا کہ مغربی مفکرین نے تو اپنے ذاتی علم ومشاہدہ کی بنا پر علم النفس کے موضوع پر کتابیں اور لٹریچر تصنیف وتالیف کیے ہیں۔ مگر قرآن مقدس جو ایک الہامی کتاب ہے۔ اس کی ایک ایک آیت علم النفس کا منبع ومخزن ہے۔ اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پاک کی تشریح وتوضیح اور علم النفس کا انسائیکلوپیڈیا ہے۔ ملاحظہ ہوا حادیث رسول ﷺ سے علم النفس کی ایک مثال:

حضرت ابن عباس کی روایت ہے کہ فضل ابن عباس، رسول اللہ ﷺ کے پیچھے سواری پر بیٹھے ہوئے تھے، ایک عورت آکر رسول اللہ ﷺ سے بات کرنے لگی تو فضل ابن عباس اس عورت کو دیکھنے لگے، رسول اکرم ﷺ نے ان کا چہرہ دوسری طرف پھیر دیا۔ حضرت جریر کی روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے اچانک پڑنے والی نظر کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا فوراً اپنی نگاہ پھیرلو۔

رسول اللہ ﷺ نے شادی شدہ مردوں کو نصیحت فرمائی کہ جب وہ خوبصورت عورت کو دیکھ لیں جس سے ان کی جنسی شہوت بھڑک اٹھے تو اپنی بیویوں سے جماع کرلیں۔ کیونکہ ایسا کرنے سے ان کی شہوت ٹھنڈی ہوجائے گی۔ اور اس پر کنٹرول کرنے مدد ملے گی۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے۔ جب تم میں سے کسی کو کوئی عورت پسند آئے اور دل میں کھپ جائے تو وہ اپنی عورت کے پاس جاکر اس سے جماع کرلے کیونکہ اس سے دل کے وساوس ختم ہوجائیں گے۔ (۷)

مذکورہ بالا احادیث رسول پر کسی طرح کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ ان کے مفاہیم اپنے آپ میں بذات خود واضح ہیں۔ آپ نے دیکھا کہ حضرت نبی اکرم امی وابی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فضل ابن عباس کی نفسیات کو کس طرح محسوس کیا اور پھر اس کا علاج کتنے معقول انداز میں فرمایا۔ شاید کہ اس طرح کا علاج بروقت کوئی ماہر نفسیات بھی نہ کر پاتا۔

چونکہ مفتیان اسلام کو نائب رسول کا درجہ حاصل ہے اس لیے ضروری ہے کہ جو بھی حضرات اس عظیم منصب پر فائز ہوں وہ خدا ترس اور علم وفضل کے جامع ہوں۔ صائب النظر، دقیق بیں، نقطہ رس، قوت اجتہادی کے مالک، عوام الناس کے احوال سے واقف اور ماہر نفسیات ہوں۔ اس لیے کے فتویٰ نویسی کا فن محض درس نظامی کی سند اور فراغت حاصل کرلینے سے نہیں آجاتا بلکہ اس کے لیے ضروری ہے کہ کسی ماہر مفتی کی صحبت میں رہ کر اس کے اسرار ورموز میں لیاقت حاصل کی جائے۔ چنانچہ "فتاویٰ حامدیہ" کے تقدیم نگار تحریر فرماتے ہیں:

محض درسی کتب پڑھ لینے سے علم فقہ وفتویٰ حاصل نہیں ہوتا۔ جیسا کہ اکثر علماء اور بیشتر اہل مدرسہ یہ سمجھتے ہیں کہ درسِ نظامیہ کا ہر وہ فارغ التحصیل جو قدرے صلاحیت رکھتا ہو فتویٰ دے سکتا ہے۔ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری فاضل بریلوی قدس سرہٗ القوی فرماتے ہیں: "آج کل درسی کتابیں پڑھنے پڑھانے سے آدمی فقہ کے دروازے میں داخل نہیں ہوتا" دوسری جگہ یوں رقم طراز ہیں: "علم الفتویٰ پڑھنے سے حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ مدتہا کسی طبیب حاذق کا مطب نہ کیا ہو۔" (۸)

آپ نے دیکھا کے افتا کا کام کس قدر دشوار ہے۔ اور حضور سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو اپنے احوال وکوائف بیان کیے ان کے مطالعے سے جسم کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں کہ سات سال تک اپنے والد ماجد کی صحبت

خاص میں رہ کر افتا کا کام سیکھا اور اس فن میں عبور بھی حاصل کرلیا۔ والد ماجد نے اجازت بھی دے دی کہ اب آپ مجھے بغیر سنائے ہی سائلوں کو جواب بھیج سکتے ہیں۔مگر اس کے باوجود جب تک آپ کے والد ماجد حیات رہے بغیر ان کو دکھائے یا سنائے سائلوں کو جواب نہیں بھیجا۔مگر آج ماحول اس کے برعکس ہے میں اپنے گردو پیش ہی میں دیکھ رہا ہوں کہ جو لوگ کل تک اپنے نام کے ساتھ علامہ، مولانا وغیرہ القاب وآداب تحریر کرتے کراتے تھے۔شاید کہ ان کو مذکورہ القاب وآداب سے تسلی نہیں ہوئی۔اور انہوں نے زمانے کی روش کے پیش نظر آپنے نام کے ساتھ ''مفتی'' کا لقب بھی لکھنا پڑھنا شروع کردیا۔ چنانچہ شارح بخاری حضرت علامہ مفتی شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ نے کس قدر دل کو چھو جانے والی بات تحریر کی ہے، فرماتے ہیں:

''پھر اس زمانے میں سب سے بڑی دشواری یہ ہے کہ بحمدہٖ تبارک وتعالیٰ مدارسِ دینیہ کی کثرت ہے اور ہر مدرسے والے دارالافتا کا بورڈ لگائے ہوئے ہیں اور مفتی بیٹھائے ہوئے ہیں۔ان میں سے اکثر کے فتاویٰ دیکھ کر رونا آتا ہے۔کسی دل جلے نے مکاتب اسلامیہ کا حال دیکھ کر کہا تھا۔

گر ہمیں مکتب و ہمیں ملا
کار طفلاں تمام خواہد شد

اور اب مجھے اپنے زمانے کا حال دیکھ کر کہنا پڑتا ہے۔

گر ہمیں مکتب وہمیں مفتی
کار افتا تمام خواہد شد

عوام بے چارے الگ پریشان ہوتے ہیں کہ آخر فلاں بھی تو مفتی ہے اس نے یہ فتویٰ دیا ہے۔(۱۰)

حضور سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی حیات مبارکہ میں ہی لائق وفائق مفتیانِ کرام کی کمی محسوس کی تھی۔چنانچہ وہ ایک استفتا کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

''آہ، آہ، آہ، آہ! ہندوستان میں میرے زمانۂ ہوش میں دو بندۂ خدا تھے جن پر اصول وفروع وعقائد وفقہ سب میں اعتمادِ کلی کی اجازت تھی۔اول اقدس حضرت خاتم المحققین سیدنا الوالد قدس سرہٗ الماجد حاش للہ، نہ اس لیے کہ وہ میرے والد وولی نعمت تھے۔بلکہ اس لیے کہ الحق والحق اقوال، الصدق واللہ یحب الصدق۔میں نے اس طبیب حاذق کا برسوں مطب پایا اور وہ دیکھا کہ عرب وعجم میں جس کا نظیر نظر نہ آیا۔اس جناب رفیع قدس اللہ سرہ البدیع کو اصولِ حنفی سے استنباط فروع کا ملکہ حاصل تھا۔اگر چہ کبھی اس پر حکم نہ فرماتے مگر یوں ظاہر ہوتا تھا کہ نادرو دقیق ومعصل مسئلہ پیش نہ ہوا کہ کتب متداولہ میں جس کا پتہ نہیں۔خادم کمینہ کو راجعت کتب واستخراج جزئیہ کا حکم ہوتا اور ارشاد فرماتے ''ظاہراً حکم یوں ہونا چاہئے'' جو وہ فرماتے وہی نکلتا۔یا بعض کتب میں اس کا خلاف نکلتا تو زیادت مطالعہ نے واضح کردیا کہ دیگر کتب میں ترجیح اسی کو دی جو حضرت نے ارشاد فرمایا تھا۔عجم کی حالت میں آپ ملاحظہ ہی فرماتے ہیں، عرب کا حال یہ ہے کہ اس جناب قدس سرہٗ کا یہ ادنیٰ خوشہ چیں جو مکہ معظمہ میں اس بار حاضر ہوا۔وہاں کے اعلم العلما وافقہ الفقہا سے ۶۔۶ گھنٹے مذاکرہ علمیہ کی مجلس گرم رہتی۔جب انہوں نے ملاحظہ فرمایا کہ یہ فقہ حنفی کے دو حرف جانتا ہے۔اپنے زمانہ کے عہد افتا کے مسائل کثیرہ جن میں وہاں کے علما سے اختلاف پڑا یا اشتباہ رہا۔اس ہیچ میرز پر پیش فرمانا شروع کیے۔جس مسئلہ وحکم میں اس احقر نے ان کی موافقت عرض کی آثارِ بشاشت ان کے چہرۂ نورانی پر ظاہر ہوئے اور جس میں عرض کردیا کہ فقیر کی رائے میں حکم اس کے خلاف ہے۔سماعِ دلیل سے پہلے آثار حزن نمایاں ہوئے۔اور خیال فرمالیتے کہ ہم سے اس حکم میں لغزش واقع ہوئی۔یہ اسی طبیب حاذق کی کفش برداری کا صدقہ ہے......دوم والاحضرت تاج الفحول محب رسول مولانا مولوی عبدالقادر صاحب قادری بدایونی قدس سرہٗ الشریف پچیس برس فقیر کو اس جناب سے بھی محبت رہی۔ان کی اسی وسعتِ نظر وقوتِ حفظ وتحقیق انیق ان کے بعد کسی میں نظر نہ آئی۔ان دونوں آفتاب

و ماہتاب کے غروب کے بعد ہندوستان میں کوئی ایسا نظر نہیں آتا جس کی نسبت عرض کروں کہ آنکھیں بند کر کے اس کے فتویٰ پر عمل ہو۔(۱۱)

حضور مفتی اعظم ہند کی فتویٰ نویسی

حضور مفتی اعظم ہند علامہ محمد مصطفےٰ رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سے لے کر وصال تک روحانیت ان کے سر پہ سایہ فگن رہی۔ حضور سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بارگاہ رب العزت میں دعا کی تھی کہ: "اے رب کریم! مجھے ایسی اولاد سے سرفراز فرما جو عرصہ دراز تک تیرے دین اور تیرے بندوں کی خدمت کرے۔" (۱۲)

مجدد وقت، عاشق رسول، واصف شاہ ہدیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی دعا بارگاہ قدیر میں مستجاب ہوئی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے حضور مفتی اعظم ہند قبلہ کو ۹۲ سال کی عمر دراز عطا فرمائی۔ حضور مفتی اعظم ہند ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء میں پیدا ہوئے اور ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۱ء میں وصال فرمایا۔ اس طرح کل ملا کر ۹۲ سال تک دین متین کی خدمت فرمائی۔

میرے اپنے خیال میں دین کی خدمت فتاویٰ نویسی سے بہتر انداز میں نہیں ہوسکتی اس لیے کے اللہ کے پیارے رسول ﷺ کا ارشاد ہے: "سب سے افضل وہ مومن عالم ہے کہ جب اس کی طرف رجوع کیا جائے تو وہ نفع دے اور جب اس سے بے نیازی برتی جائے تو وہ بھی بے نیاز ہوجائے۔" (۱۳) اسی لیے امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فتویٰ نویسی ہی کو اپنی زندگی کا نصب العین بنایا اور ایک عالَم نے آپ کی طرف رجوع کر کے فائدہ اٹھایا۔ حضور مفتی اعظم ہند نے بھی اپنے والد ماجد کے نقش قدم پر چل کر فتویٰ نویسی کو اپنا شعار زندگی بنایا اور پوری دنیائے سنیت کو فائدہ پہنچایا۔ اسی لیے دنیا آپ کو مفتی اعظم ہند کے لقب سے جانتی اور پہچانتی ہے۔ اربابِ اہل سنت میں جب بھی اس لفظ کا استعمال کیا جاتا ہے تو زاویۂ ذہن آپ ہی کی طرف ہوتا ہے۔

حضور سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی اور حضور مفتی اعظم ہند کی فتاویٰ نویسی کا اگر ایک ہمہ ہنگیانہ جائزہ لیا جائے تو بہت ساری باتیں قدرِ مشترک کے طور پر ابھر کر سامنے آتی ہیں۔ حضور سیدی اعلیٰ حضرت نے اپنے والد ماجد امام الاتقیا مفتی نقی علی خاں رحمۃ اللہ علیہ کو فتویٰ نویسی سیکھی۔ اور امام الاتقیا نے اپنی زندگی ہی میں امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو فتویٰ نویسی کی اجازت مرحمت فرمادی تھی۔ حضور مفتی اعظم ہند نے بالاستیعاب امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے فتویٰ نویسی کا کام تو نہیں سیکھا مگر حضور سیدی اعلیٰ حضرت نے بارگاہ رب العزت میں جو مذکورہ دعا کی تھی اس کی اجابت نے حضور مفتی اعظم ہند کے اندر وہ شعور و آگہی پیدا کردی تھی جس کی بنا پر انہوں نے بھی اپنے والد ماجد کی طرح پہلا فتویٰ رضاعت کے موضوع پر قلم برداشتہ لکھ کر بریلی کے مرکزی دارالافتا کے دوکہنہ مشق مفتیان کرام (۱) ملک العلما علامہ ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ اور (۲) علامہ عبدالرشید عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ کو انگشت بدنداں کردیا۔

حضور مفتی اعظم ہند نے لگ بھگ پون صدی تک فتویٰ نویسی کا کام انجام دیا۔ اگر اس تناظر میں "فتاویٰ مصطفویہ" کو دیکھا جائے تو اس کی ضخامت اور اس میں مندرج فتاویٰ کی تعداد بہت کم لگتی ہے۔ جب کہ حضور سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے پہلا فتویٰ ہی دیکھ کر ارشاد فرمایا تھا: تمہاری مہر بنوا دیتا ہوں، اب فتویٰ لکھا کرو، اپنا رجسٹر بنالو اس میں نقل بھی کیا کرو۔ (۱۴)

حضور مفتی اعظم ہند کے مجموعہ فتاویٰ "فتاویٰ مصطفویہ" کی ترتیب وتہذیب کا کام اولاً الحاج قربان علی صاحب حامدی اور مولانا ڈاکٹر فیضان علی صاحب بیسل پوری نے انجام دیا۔ انہوں نے اس کے ماخذ اور اس کی ترتیب وتدوین کا کون سا طریقۂ کار اختیار کیا اس کا کوئی ذکر کہیں نہیں ملتا۔ چنانچہ علامہ محمد حنیف خاں رضوی (صدرالمدرسین جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف) تحریر فرماتے ہیں:
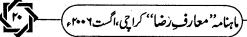
''یہ بھی عالی مرتبت الحاج قربان علی صاحب کی محنت ولگن اور تلاش وجستجو کا نتیجہ وثمرہ ہے کہ آپ نے جو کچھ جواہر پارے ڈھونڈ نکالے اوران کو شائع کر کے ہم سب پر احسان عظیم فرمایا۔ ورنہ اس ذخیرہ سے شاید امت مسلمہ کو کچھ بھی ہاتھ نہ آتا۔'' (۱۵)

جب کہ الحاج قربان علی اور مولانا ڈاکٹر فیضان علی بیسل پوری صاحبان کو اولاً فتاویٰ مصطفویہ کی ترتیب وتدوین کے لیے اس رجسٹر کی تلاش وجستجو کرنا چاہیے تھی جس کے بارے میں حضور سید اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی نے فرمایا تھا: ''اپنا رجسٹر بنالو اس میں نقل بھی کیا کرو'' میرے اپنے خیال میں ''فتاویٰ مصطفویہ'' کا یہ مجموعہ اس کے مرتبین نے ان منتشر فتاوؤں سے بنایا ہے جو مذکورہ رجسٹر کے علاوہ ہیں۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ آپ کے اس رجسٹر کو ڈھونڈ نکالا جائے جس میں حضور سیدی اعلیٰ حضرت نے حضور مفتی اعظم ہند کو ان کے اپنے تحریر کردہ فتاویٰ کو نقل کرنے کا حکم دیا تھا۔ یقیناً حضور مفتی اعظم ہند نے حضور سیدی اعلیٰ حضرت کے حکم پر کوئی نہ کوئی رجسٹر نقل فتاویٰ کے لیے ضرور بنایا ہوگا۔

فتاویٰ مصطفویہ کی ثانوی جز بندی کا کام فقیہ ملت حضرت علامہ الحاج مفتی جلال الدین احمد امجدی نور اللہ مرقدہ نے فرمائی ہے۔ یقیناً اس مجموعۂ فتاویٰ کو درجہ اعتبار عطا کرنے کے لیے اس کی پیرا بندی، حواشی وحوالہ جات کا اہتمام ضروری تھا۔ جس رضا اکیڈمی ممبئی نے ۲۰۰۰ء میں نہایت ہی تزک واہتمام کے ساتھ شائع فرمایا۔ اس کی ایک جلد برادر محترم حضرت علامہ انوار احمد امجدی مدظلہ العالی (مالک کتب خانہ امجدیہ دہلی) نے اس ناچیز کو عنایت فرمائی جس کے سبب یہ مقالہ معرض وجود میں آسکا۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس نوازش کو شرف قبولیت کا درجہ عطا فرمائی آمین۔ فتاویٰ مصطفویہ کے اس ایڈیشن میں کچھ اور فتاوے بھی شامل اشاعت کیے گئے ہیں جس کی تفصیل بیان فرماتے ہوئے حضرت فقیہ ملت مفتی جلال الدین امجدی نور اللہ مرقدہ تحریر فرماتے ہیں:

''اس کتاب کا پورا تاریخی نام ''المکرمۃ النبویۃ فی الفتاویٰ المصطفویہ'' ۱۳۲۹ھ ہے۔ یہ پہلے چھوٹے تین حصوں میں طبع ہوا تھا۔ اس کا پہلا حصہ ایمان وعقائد کے بارے میں بغیر فہرست مضامین ایک رسالہ سمیت ۴۳/فتاویٰ کا مجموعہ تھا جو ۱۲۴/صفحات پر مشتمل تھا اور دوسرے حصہ میں بھی بغیر فہرست نماز اور احکام مسجد سے متعلق ۱۷۱/ فتاویٰ تھے۔ جو ۱۱۲/صفحات پر پھیلے ہوئے تھے۔ اور اس کے تیسرے حصہ کا آغاز بھی طہارت ونماز کے بقیہ مسائل سے ہوا تھا اور پھر ابواب فقہ کی ترتیب پر جنائز، زکوٰۃ، روزہ، حج، نکاح وطلاق، بیوع اور وقف اجارہ وغصب اور خطر واباحت وغیرہ کے مسائل پر مشتمل فہرست مضامین کے ساتھ کل ۲۵۳/فتاویٰ کا گنجینہ تھا۔ یعنی پہلے تین حصوں میں کل ۲۶۷/فتاویٰ تھے۔ اور اب یہ مجموعہ فتاویٰ مکمل فہرست کے ساتھ تین رسائل اور ۳۹۰/مسائل پر مشتمل ہے۔'' (۱۶) نیز آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں:

''کتاب مکمل ہونے کے بعد جو فتاوے موصول ہوئے وہ ضمیمہ کے تحت اس مجموعہ میں شامل کیے گئے ہیں اور مبادیات کے صفحات اصل کتاب سے الگ کر دیئے گئے۔ تا کہ ضرورت پر ان میں بہ آسانی حذف واضافہ کیا جاسکے۔'' (۱۷)

''فتاویٰ مصطفویہ'' کے فتاویٰ کا اعداد وشمار جو اس ناچیز نے ابواب وار کیا ہے اس کے اعتبار سے ان کی کل تعداد ۳۵۹/رہے۔ جس میں ان فتاوؤں اور رسائل کا شمار نہیں کیا جس کو فقیہ ملت نے ضمیمہ کے تحت ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ ہو تفصیل:

نمبر	باب	تعداد
۱۔	کتاب الایمان۔ عقیدے کا بیان	۴۵
۲۔	کتاب الطہارۃ۔ طہارت کا بیان	۱۰
۳۔	کتاب الصلاۃ۔ نماز کا بیان	۵۹
۴۔	احکام مسجد	۲۱
۵۔	باب الجنائز۔ جنازہ وغیرہ کا بیان	۰۶
۶۔	کتاب الزکوٰۃ۔ زکوٰۃ کا بیان	۰۴

۷۔	کتاب الصوم۔روزہ کا بیان	۰۴
۸۔	کتاب الحج۔حج کا بیان	۰۱
۹۔	کتاب النکاح۔نکاح کا بیان	۳۲
۱۰۔	کتاب الرضاع۔رضاعت کا بیان	۰۲
۱۱۔	کتاب الطلاق۔طلاق کا بیان	۲۶
۱۲۔	کتاب اللعان۔لعان کا بیان	۰۱
۱۳۔	کتاب الوقف۔وقف کا بیان	۱۰
۱۴۔	کتاب البیوع۔خرید وفروخت کا بیان	۰۲
۱۵۔	باب الربوٰا۔سود کا بیان	۱۴
۱۶۔	باب القرض۔قرض کا بیان	۰۱
۱۷۔	کتاب الھبہ۔ہبہ کا بیان	۰۱
۱۸۔	کتاب الاجارہ۔اجارہ کا بیان	۰۲
۱۹۔	کتاب الغصب۔غصب کا بیان	۰۱
۲۰۔	کتاب الذبائح۔ذبح کا بیان	۰۷
۲۱۔	کتاب الحظر والاباحۃ۔خطر واباحت اور متفرق مسائل	۱۰۱
۲۲۔	کتاب الوصایا۔وصیت کا بیان	۰۲
۲۳۔	کتاب المیراث۔وراثت کا بیان	۰۷
		۳۵۹

فتاویٰ مصطفویہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر وبیشتر فتاویٰ تاریخ کے درج کرنے کا اہتمام نہیں کیا گیا ہے اور اگر کیا بھی گیا ہے تو اس میں تساہلی برتی گئی ہے۔ چنانچہ فتاویٰ مصطفویہ شائع کردہ رضا اکیڈمی ممبئی کے ایڈیشن کے ص ۱۰۸ پر ایک استفتا میں درج تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے دس سال کی عمر میں اس فتویٰ کو تحریر فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو تفصیل۔

استفتا میں درج تاریخ ۱۳۳۸ء

تاریخ ولادت ۱۳۲۸ھ

۱۰

جب کہ آپ کی سوانح حیات پر لکھی جانے والی کتابیں، مقالہ اور مضامین کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے پہلا فتویٰ ۱۸ر سال کی عمر میں تحریر فرمایا۔

فتاویٰ نویسی میں آپ کی دیدہ وری:

دارالافتا میں عمومی طور پر جو سوالات آتے ہیں ان کے جواب تو آسان ہوا کرتے ہیں۔ مگر کبھی کبھی ایسے مشکل سوالات بھی آجاتے ہیں۔ جس میں قوت فکر کام نہیں کرتی اور بار بار غور وخوض کرنے کے بعد بھی دماغ کام نہیں کرتا کہ اس کا کیا جواب تحریر کیا جائے؟ ایسی صورت میں اگر قوت اجتہادی اور نفسیات کا استعمال نہیں کیا جائے گا تو کوئی جواب نہیں بن پائے گا۔ حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے بھی اس طرح کے سوالات پیش ہوئے اور آپ نے اس پر ایک نظر ڈالتے ہی نفسیات کے ذریعہ بھانپ لیا کہ اس کا کیا جواب ہونا چاہیے اور فوری جواب تحریر فرما کر لوگوں کو انگشت بدنداں کردیا۔ چنانچہ ایک استفتا کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

''جس نے یہ نکاح کیا اس پر فرض ہے کہ فوراً جدا جائے۔ وہ عورت مرد اور اس نکاح کے ساعی وشرکا جو اس سے واقف تھے کہ یہ نکاح نانا کی زوجہ سے اس کے نواسہ کا ہورہا ہے گنہگار ہوئے وہ مفتی بھی۔ خدا اسے اور سب کو توبہ ورجوع کی توفیق دے اور معاف فرمائے۔''

یہ فتویٰ غلط دیا مگر کسی مسلمان اور پڑھے لکھے انسان کی طرف یہ گمان کہ اس نے جان بوجھ کر ایسا غلط فتویٰ دیا بدگمانی ہے اور بدگمانی خود ممنوع ہے۔ اگر اس نے بے سمجھی سے ایسا عجلت میں کہا یا سمجھ کر دانستہ غلط کہا تو بہر حال اس مفتی سے گناہ ہوا دوسری صورت ہو تو آفت سخت ہے۔ میرے پاس دوسری جگہ سے بھی یہ سوال آیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ مفتی نے دھوکا کھایا۔ فتاویٰ رضویہ کی اس عبارت سے کہ باپ کی ساس حلال ہے اگر اپنی نانی نہ ہو۔ مفتی نے یہ عبارت دیکھ کر اس کا مطلب یہ سمجھا کہ سگی نانی حرام ہے اور سوتیلی حرام نہیں۔

حالانکہ اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ باپ کی ساس جو اس شخص کی نانی ہو حرام ہے۔ سگی ہو یا سوتیلی۔ اور جو اس کی نانی نہیں وہ حلال ہے باپ کی ساس ہونے سے نانی حرام نہیں۔ سگی نانی ماں کی ماں اور زوجہ نانا ہونے سے حرام ہے اور سوتیلی نانی نانا کی منکوحہ سے اس لیے حرام ہے۔ باپ کی وہ ساس جو اس کی نانی نہیں نہ سگی نہ سوتیلی وہ حرام نہیں۔ تو یہ کہنا کہ باوجود علم کے محض دنیاوی مفاد کے خیال سے مفتی نے جواز کا فتویٰ دیا خلاف واقع بات۔ اور بدگمانی معلوم ہوتا ہے۔

والغیب عند اللہ وھوا علم بحقیقۃ الحال واللہ تعالیٰ اعلم (۱۸)

فتاویٰ مصطفویہ میں جابجا حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کی دیدہ وری، فقہی بصیرت اور قوت اجتہادی کے نمونے ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ پورا فتاویٰ مصطفویہ آپ کی دیدہ وری، فقہی بصیرت اور شانِ اجتہاد کا عظیم شاہکار ہے تو غلط نہ ہوگا۔

حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے وہ بصیرت اور نفسیات تصور عطا کیا تھا کہ وہ ایک نظر ڈالتے ہی استفتا کی تہہ تک پہنچ جاتے تھے۔ جیسا کہ ابھی اوپر آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ فتاویٰ رضویہ کی عبارت کی ایسی واضح توضیح فرمائی کہ کسی طرح کوئی شک وشبہہ اوپر آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ فتاویٰ رضویہ کی عبارت کی ایسی واضح توضیح فرمائی کہ کسی طرح کا کوئی شک وشبہہ ہی نہ رہا۔ چنانچہ اسی طرح کا ایک استفتا مدرسۂ قادریہ بدایوں شریف کے مفتیانِ کرام کی خدمت میں پیش ہوا۔ وہاں کے مفتیانِ کرام نے اس کا منفی شکل میں جواب تحریر فرمایا مگر جب وہی استفتا حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں پیش ہوا تو آپ نے جو اس کا جواب تحریر فرمایا اس کو پڑھ کر روح وجد کرنے لگتی ہے اور بے ساختہ زبان پر آجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فقیہ النفس بنا کر اس دنیا میں بھیجا تھا۔ ملاحظہ ہو پوری تفصیل۔

مسئلہ:

از قصبہ آنولہ قلعہ ضلع بریلی مرسلہ جناب سید لائق علی صاحب

۱۴ر جمادی الاخریٰ ۱۳۵۲ھ زید نے اپنی زوجہ منکوحہ سے یہ کہہ کر کے تو میرے نکاح سے باہر ہے میرے بیوی نہیں رہی اور نہ میرے کام کی ہے اور لفظ لعن تک کہے اور تعلقاتِ زن وشوہر منقطع کر کے اس کے والدین کے گھر بھیج دیا۔ اور زید نے خود ایک دوسری عورت بازاری سے تعلق کر کے اپنے پاس رکھ لیا۔ زید کی زوجہ جب سے اب تک جس کو زمانہ دوسال گزرتا ہے اپنے والدین کے پاس ہے۔ ایسی صورت میں زید کی زوجہ زید کے نکاح میں رہی یا نہیں؟

الجواب:

زید کی زوجہ کو طلاق ہوگئی اور تین حیض گزرنے سے غیر حاملہ کی عدت گزر جاتی ہے۔ دوبارہ نکاح بغیر نکاح حلالہ ہوسکتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ عزیز احمد قادری دار العلوم قادریہ بدایوں من اجاب فقط اصاب عبید اللہ غفرلہ۔ قد اصاب من اجاب ابو الحمید محمد رضوان الرحمن الحنفی المدرس بالمدرسۃ القادریہ۔ الجواب الصحیح محمد یٰسین عفی عنہ۔ الجواب صواب، احمد الدین عفی عنہ۔

الجواب:

سوال اگرچہ بہت ہی گول (مول) تھا مگر سوال دیکھتے ہی یہ خیال ہوا کہ شوہر نے یہ الفاظ بطور انشا نہیں کہے ہوں گے بلکہ اخباراً سائل سے واقعہ کی تفصیل پوچھی تو یہی معلوم ہوا کہ اس نے یہ الفاظ اس لیے کہے تھے کہ عورت اس کے بے اجازت چلی گئی تھی۔ جاہلوں میں یہ غلط مشہور ہے کہ عورت اگر بے اجازت شوہر کے گھر سے قدم نکالے تو وہ نکاح سے باہر ہو جاتی ہے۔ شوہر نے اس باطل بات پر وہ کہا نہ یہ کہ اسے طلاق دینا مقصود تھا اور اس وقت طلاق دینے کے لیے یہ لفظ کہے ظاہر ہے کہ اس صورت میں اصلاً طلاق نہ ہوئی۔ اور اگر واقعہ یہ نہ بھی ہوتا بلکہ بطور خود اس نے یہ الفاظ کہے ہوتے۔ جب بھی علی الاطلاق طلاق کا حکم نہ ہوتا کہ یہ کنایات ہیں اور کنایہ محتاج نیت۔ وہ اگر بقسم کہہ دیتا کہ میں نے اس سے طلاق کا ارادہ نہ کیا طلاق کا حکم

نہ ہوتا اگر اقرارِ نیت کرتا تو طلاق کا حکم دیا جاتا۔ فتاویٰ امام فقیہ النفس قاضی خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نیز ہندیہ میں ہے لوقال نکاح بینی وبینک اوقال لم یبق بینی وبینک نکاح یقع الطلاق اذانوی بلکہ ''فتاویٰ خانیہ'' میں فرمایا لوقال فنحت نکا حك یقع الطلاق اذانوی۔ تو میری بیوی نہ رہی تو ظاہر ہے کہ اخبار ہی ہے۔ نہ میرے کام کی ہے۔ کنایہ ہے۔ محتاجِ نیت تو علی الاطلاق حکم طلاق یقیناً محض باطل۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۱۹)

اسی طرح ایک استفتا کے سوال نمبر ۴ رکے جواب میں آپ تحریر فرماتے ہیں۔ (۴) عضا اللہ عن المفتی۔ مفتی نے فتویٰ دینے میں عجلت کی اور غور و تامل سے کام نہ لیا۔ خدا ورسول کا واسطہ ماننے سے انکار دیکھ کر وہ حکم لگا دیا۔ سائل نے مفتی کو دھوکا بھی دیا مگر مفتی اگر تامل کرتا تو یہ حکم نہ دیتا۔ اللہ اسے معاف فرمائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۲۰)

فتاویٰ مصطفویہ میں اس طرح کی تمثیلات وتوضیحات جا بجا ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔ حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کے اس مجموعہ فتاویٰ میں صرف روزمرہ کے مسائل سے ہی بحث نہیں کی گئی ہے۔ بلکہ اس میں مسائل جدیدہ بھی ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔ جس سے آپ کی فقہی بصرت، عوام لناس کے احوال سے واقفیت، اور آپ کی قوتِ اجتہادی، شانِ بصیرت اور ماہر نفسیات ہونے کا اندازہ ہوتا ہے۔

ماخذ ومراجع

(۱) لغاتِ کشوری، مولوی سید تصدق حسین رضوی، دارالاشاعت اردو بازار، کراچی، ص ۳۴۲

(۲) اذانِ جمعہ، امام احمد رضا قادری، حق اکیڈمی، مبارکپور اعظم گڑھ، ص ۱۱

(۳) معارف رئیس الاتقیا، انجمن عاشقانِ بلال، ملوک پور بازار داران، بریلی شریف، ص ۲۴

(۴) فتاویٰ حامدیہ، حجۃ الاسلام مفتی حامد رضا خاں، رضوی کتاب گھر دہلی، ص ۹۴

(۵) فتاویٰ رضویہ جلد پنجم، امام احمد رضا قادری، رضا دارالاشاعت، بریلی، ص ۱۲۸۔۱۶۹

(۶) فتاویٰ رضویہ جلد دوم، امام احمد رضا قادری، رضا اکیڈمی ممبئی، ص ۳۰

(۷) حدیث بنوی اور علم النفس، محمد عثمان تجانی، الفیصل غزنی اسٹریٹ اردو بازار، لاہور، ص ۵۸۔۵۹

(۸) فتاویٰ حامدیہ، حجۃ الاسلام مفتی حامد رضا خاں، رضوی کتاب گھر دہلی، ص ۹۲

(۹) معارف رئیس الاتقیا، انجمن عاشقانِ بلال، ملوک پور بازار داران بریلی شریف، ص ۴۱

(۱۰) فتاویٰ برکاتیہ، مفتی جلال الدین احمد امجدی، کتب خانہ امجدیہ بستی، ص ۱۳

(۱۱) فتاویٰ رضوی جلد دوازدہم، امام احمد رضا قادری، رضا اکیڈمی ممبئی، ص ۱۳۰۔۱۳۱

(۱۲) مولانا احمد رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری، ڈاکٹر سراج احمد بستوی، فرید بک اسٹال لاہور، ص ۴۴

(۱۳) اصلاح معاشرہ میں امام احمد رضا کی سعی، ڈاکٹر سراج احمد قادری، کتب خانہ مینائیہ لکھنؤ، ص ۳

(۱۴) مولانا احمد رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری، ڈاکٹر سراج احمد قادری بستوی، فرید بک اسٹال، لاہور، ص ۴۵

(۱۵) فتاویٰ مصطفویہ، علامہ محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری، رضا اکیڈمی ممبئی، ص ۳۱

(۱۶) ایضاً، ص ۱۷۔۱۸

(۱۷) ایضاً، ص ۲۶۔۲۷

(۱۸) ایضاً، ص ۲۳۸۔۲۳۹

(۱۹) ایضاً، ص ۳۶۳

(۲۰) ایضاً، ص ۱۰۲

فتاویٰ رضویہ (جدید) کا مطالعہ۔ چند اصلاح طلب پہلو

مولانا خورشید احمد سعیدی*

﴿مولانا خورشید احمد سعیدی زید مجدہٗ (اسلام آباد) نے فتاویٰ رضویہ سے خوشہ چینی کرنے والے اسکالرز/علماء سے رہنمائی کے حصول کی خاطر اس کی ہر جلد کا ایک مطالعاتی جائزہ تحریر کرنا شروع کیا ہے۔ یہ جائزہ فتاویٰ کی ۳۰ویں جلد سے شروع کیا گیا ہے اور متصاعداً ترتیب (Ascending Order) کے ساتھ معارف رضا شمارہ جولائی ۲۰۰۶ء سے "فتاویٰ رضویہ (جدید) کا مطالعہ۔ چند اصلاح طلب پہلو" کے عنوان سے موصوف کا یہ مقالہ علماء و اسکالرز اور رضا فاؤنڈیشن، لاہور (پاکستان) کے فاضل اراکینِ مجلسِ تصنیف و تالیف کے تبصرے اور نقد و نظر کے لئے ہر ماہ شائع کرنے کا پروگرام بنایا ہے۔ امید ہے کہ مولانا سعیدی صاحب کی یہ علمی کاوش حلقۂ اہلِ علم و تحقیق میں بنظر تحسین دیکھی جائے گی۔ کسی بھی صاحبِ علم کو ان مضامین کے مندرجات یا اس کے بعض حصہ سے دلیل کی بنیاد پر اختلاف کا حق حاصل ہے۔ وہ دلائل کے ساتھ اگر اپنا نکتۂ نظر پیش کرنا چاہیں تو معارفِ رضا کے صفحات ان کے لئے بھی حاضر ہیں۔ مقصد صرف یہ ہے کہ فتاویٰ رضویہ جہاں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا قدس سرہٗ کے علوم فقہِ اسلامی بلکہ جملہ علومِ عقلیہ و نقلیہ پر کامل دسترس کا جیتا جاگتا ثبوت ہے وہیں اس کی تیس ضخیم جلدوں میں طباعت و اشاعت "رضا فاؤنڈیشن، لاہور، پاکستان" کی مجلسِ تصنیف و تالیف کی علمی و تحقیقی کاوشوں کا شاہکار بھی ہے، لہٰذا ہر لحاظ سے اغلاط سے پاک اس کی اشاعت فتاویٰ رضویہ کی علمی قدر و قیمت اور اس کی اشاعت کے ذمہ دار افراد کے علمی قد و قامت میں اضافہ کا باعث بنے گی اور تصنیفی ادارے کے اعتبار سے اس کی سند کو مزید استحکام حاصل ہوگا۔ ادارہ﴾

فتاویٰ رضویہ جلد ۲۹: بعض اصلاح طلب پہلو

فتاویٰ رضویہ جدید کی جلد ۲۹ میں وارد قرآنی آیات کی فہرست سازی کے دوران جب بعض اغلاط اور اخطاء کا علم ہوا تو اس تحریر میں اُن کی نشاندہی کرنا ضروری سمجھا گیا۔ ان میں سے اکثر کا تعلق قرآنی آیات کے متن اور حواشی میں دیئے گئے حوالوں سے ہے۔ ان کے علاوہ اخطاء کی کچھ اور اقسام مع امثلہ بھی اس تحریر کے ذریعے سامنے لائی گئی ہیں تاکہ فتاویٰ سے استفادہ کرنے والے اور اس کی آئندہ اشاعت کا اہتمام کرنے والے اپنی اپنی ذمہ داریوں کو پہچان لیں۔

درج ذیل میں پہلے ان عبارات اور مقامات کا ذکر کیا جاتا ہے جہاں اصلاحات کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔

قرآنی عبارات میں اخطاء:

صفحہ	سطر	غلط	درست
۷۵	۵	ما جعل اللہ لرجل قلبین فی جوفه	ما جعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفه
۸۰	۸	انا من المجرمون منتقمون	انا من المجرمین منتقمون
۸۱	۲۱	اولئک هم الصدیقون والشهداء عند ربهم اجرهم	اولئک هم الصدیقون والشهداء عند ربهم لهم اجرهم

---

* ریسرچ اسکالر، اسلام آباد، پاکستان

۹۷	۶	قل بفضل الله وبرحمته فليفرحوا	قل بفضل الله وبرحمته فبذلک فليفرحوا
۱۰۰	۱۰	اولئک اعظم درجة من اللذين	اوٰلئک اعظم درجة من الذين
۱۲۱	۳	فان الله هو الغني الحميد	ان الله هو الغني الحميد
۱۲۶	۵	فلما بلغ اشده واستوى	ولما بلغ اشده واستوى
۱۷۹	۱۱	ولم يكن له كفوا احدا()	ولم يكن له كفوا احد()
۱۸۵	۹	وهو معكم اينما كنتم	وهو معكم اين ما كنتم
۲۲۷	۱۵	الذين انفقوا من بعد الفتح وقاتلوا	الذين انفقوا من بعد وقاتلوا
۲۶۷	۱۲	وجاء بقلب سليم ادخلوها بسلام	وجاء بقلب منيب ادخلوها بسلام
۲۹۴	۱۸	اهم يقتسمون رحمة ربک	اهم يقسمون رحمة ربک
۲۹۶	۱۸	له الخيرة	لهم الخيرة
۳۵۹	۲۰	وعصى آدم ربه غوى	وعصى آدم ربه فغوى
۳۶۹	۱۱	ثم نبتهل فنجعل لعنت الله على الكدبين	ثم نبتهل فنجعل لعنة الله على الكدبين
۴۱۲	۲	ان جاء فاسق بنبا	ان جاء كم فاسق بنبا
۵۹۷	۱۲	لا يؤده الا ما دمت عليه قائما	لا يؤده اليک الا ما دمت عليه قائما
۶۰۷	۳	بالقسط شهداء الله ولو	بالقسط شهداء لله ولو
۶۱۷	۱۵	ومن نكث فانما ينكث على نفسه	فمن نكث فانما ينكث على نفسه
۶۴۳	۱۴	انّ اولياءۂ الا المتقون	انُ اولياءۂ الا المتقون
۶۴۸	۱۴	امرنا الله بهذا	والله امرنا بها
۷۳۴	۲۵	لما رأو	لما رأوا
۷۳۵	۱	هنالک الكفرين	هنالک الكفرون

قرآنی آیات کے حوالوں میں اخطاء:

جیسا کہ اس سے سابقہ مضمون میں فتاوی رضویہ جلد ۳۰ کے بارے میں عرض کیا گیا تھا کہ اس میں بعض اغلاط کا تعلق سورتوں کے نمبر سے ہے اور بعض غلطیاں آیات کے نمبروں سے متعلق ہیں یہی حال کافی حد تک جلد ۲۹ میں وارد آیاتِ قرآنی کا ہے۔ اس جلد کی وہ آیات جن کے مسائل یہی ہیں انہیں درج ذیل جدول سے ملاحظہ فرمائیں۔

صفحہ نمبر	سورة	حاشیہ نمبر	حاشیے میں غلط حوالہ	درست حوالہ
۹۳	هود	۲	القرآن الحکیم ۱۱/۴۵	القرآن الحکیم ۱۱/۴۹
۱۰۱	الانبیاء	۳	القرآن الکریم ۲۱/۱۰۱،۱۰۲	القرآن الکریم ۲۱/۱۰۱،۱۰۲،۱۰۳

۱۰۸	النحل	۲ے	القرآن الکریم ۵/۷۵	القرآن الکریم ۱۶/۸۹
۱۴۶	البلد	۲ے	القرآن الکریم ۶۰/۱۷	القرآن الکریم ۹۰/۱۷
۱۸۴	سبا	۵ے	۲۴/۵۰	۳۴/۵۰
۲۲۱	النساء	۱ے	القرآن الکریم ۴/۴۸، ۴/۱۱۵	القرآن الکریم ۴/۴۸، ۴/۱۱۶
۲۳۷	التوبۃ	۲ے	القرآن الکریم ۹/۶۶	القرآن الکریم ۹/۶۵،۶۶
۲۵۹	ھود	۴ے	۱۱/۱۰۸	۱۱/۱۰۵
۲۶۷	البقرۃ	۱ے	القرآن الکریم ۲/۲	القرآن الکریم ۲/۳
۲۶۷	ق	۵ے	۵۰/۳۳	۵۰/۳۳، ۳۴
۲۸۰	الانبیاء	۱ے	القرآن الکریم ۲۱/۱۰۱، ۱۰۲	القرآن الکریم ۲۱/۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳
۳۰۸	الانفال	۲ے	القرآن الکریم ۸/۲۹	القرآن الکریم ۸/۳۹
۳۰۸	البقرۃ	۳ے	۲/۲۵۹	۲/۲۵۱
۳۳۵	الانعام	۱ے	القرآن الکریم ۶/۱۰۴	القرآن الکریم ۶/۱۰۳
۳۹۹	العلق	۱ے	القرآن الکریم ۹۶/۹ تا ۱۱	القرآن الکریم ۹۶/۹ تا ۱۲
۴۳۵	الشعراء	۴ے	۲۷/۲۲۷	۲۶/۲۲۷
۴۳۸	الجن	۳ے	۷۳/۲۷	۷۲/۲۶، ۲۷
۴۵۳	الانعام	۱ے	القرآن الکریم ۳۱/۳۴	القرآن الکریم ۶/۹۱
۴۷۴	الجن	۳ے	القرآن الکریم ۷۲/۱۰۲	القرآن الکریم ۷۲/۲۶، ۲۷
۴۸۷	یوسف	۲ے	القرآن الکریم ۱۳/۱۱۱	القرآن الکریم ۱۲/۱۱۱
۵۰۷	الشعراء	۱ے	القرآن الکریم ۲۷/۲۲۷	القرآن الکریم ۲۶/۲۲۷
۵۱۴	الشرح	۱ے	القرآن الکریم ۱/۱۹۴	القرآن الکریم ۹۴/۱
۵۷۲	الاسراء	۱ے	القرآن الکریم ۱۷/۷۶	القرآن الکریم ۱۷/۷۹
۶۳۹	ھود	۴ے	القرآن الکریم ۱۱/۱۶	القرآن الکریم ۱۱/۴۶
۶۴۹	الشعراء	۳ے	۲۶/۸	۲۶/۹۸

آیات اور حواشی:

اس جلد میں کچھ آیات ایسی بھی ہیں کہ جن کا عربی متن تو صاحبِ فتاویٰ نے بعض وجوہ کی بناء پر نقل نہیں کیا لیکن ان کا مفہوم ذکر کیا ہے۔ اسی لئے محشی نے ان مفاہیم سے متعلقہ آیات کا بھی حاشیے میں حوالہ دیا ہے۔ یہ ایک اچھی بات ہے کیونکہ رضویات کے ایک محقق کو اعلیٰ حضرت کی فکر کو سمجھنے میں یہ حاشیے بھی مدد کرتے ہیں۔ اس قسم کی آیات کا ذکر حواشی میں صفحات ۳۶۰، ۳۷۶ اور ۶۳۶ پر ہے۔ ہم نے جلد ۲۹ کی قرآنی آیات کی

جو فہرست تیار کی ہے اس میں ایسی آیات کو شامل نہیں کیا گیا۔

ایک روایت پر توجہ کی ضرورت:

جلد ۲۹ کے صفحہ نمبر ۱۱۶ پر حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک روایت نقل کی گئی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: **الاستواء معلوم والکیف مجھول والایمان بہ واجب والسؤال عنہ بدعة**۔ حالانکہ ان الفاظ اور اس ترتیبِ الفاظ سے یہ روایت امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ کی ہے جسے امام ترمذی نے **الشمائل المحمدیہ** میں درج کیا ہے۔ ہاں حضرت ام المؤمنین ام سلمہ سے اسی موضوع کی ایک روایت ضرور موجود ہے لیکن اس کے الفاظ اور ترتیبِ الفاظ مختلف ہیں۔ حتی کہ فتح الباری "کتاب التوحید، باب وکان عرشہ علی الماء" جس کا حوالہ دے کر محشی نے تاثر دیا ہے کہ حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ روایت فتح الباری شرح البخاری میں ہے درست معلوم نہیں ہوتا کیونکہ وہاں بھی اس روایت کے الفاظ اور ترتیبِ الفاظ ایسی نہیں جیسی فتاوی میں ملتی ہے۔ اس سے پہلے محشی نے امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کی تفسیر **الدر المنثور** تحت الآیۃ ۷/۵۴ کا حوالہ دیا ہے۔ اس کے مطالعے سے پتا چلا کہ وہاں یہ الفاظ ہیں: **قالت: الکیف غیر معقول، والاستواء غیر مجھول، والاقرار بہ ایمان، والجحود بہ کفر**۔ جو کہ فتاوی میں منقول الفاظ سے مختلف ہیں۔

خلاصۂ کلام یہ کہ راوی کا نام حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بتایا گیا ہے لیکن منقولہ الفاظ حضرت امام مالک بن انس کے ہیں۔ اور جو الفاظ حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہیں معلوم نہیں انہیں کو ہی یہاں کیوں نقل نہیں کیا گیا؟ علماء کی خدمت میں مجھ جیسے ایک ادنی طالب علم کا یہ ایک سوال ہے اور ان سے تسلی بخش جواب کی امید ہے۔

غیر موجود حوالے:

فتاوی کی اس جلد ۲۹ کے مطالعے سے یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ تخریج کرنے والے معزز علماء نے بعض جگہوں پر متن میں حاشیے کی طرف اشارہ کرنے والے نمبر ڈالے ہیں لیکن حاشیے میں کوئی عبارت کوئی حوالہ نہیں ہے۔ مثلاً صفحہ نمبر ۲۶۲ پر **الا ما شاء ربک** پر ۳ **مادامت السمٰوٰت والارض** پر ۴ تو لکھا ہے لیکن حاشیے میں کچھ نہیں۔ میرا خیال ہے کہ ۳ کے لیے حاشیہ میں 'القرآن الکریم ۱۱/ ۱۰۷' اور ۴ کے لیے حاشیہ میں 'القرآن الکریم ۱۱/ ۱۰۸' لکھنا چاہیے تھا۔

حاشیہ کے نمبر میں غلطی:

اس جلد میں اخطاء کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ حاشیہ میں نمبروں کو ترتیب وار درج نہیں کیا گیا۔ مثلاً صفحہ ۳۴۴ کے حاشیہ میں ایک بار ۲ لکھنے کے بعد دوبارہ ۲ لکھ دیا گیا ہے جبکہ اس کی بجائے ۳ لکھنا چاہیے تھا۔

قرآنی عبارات میں غلطیوں کی ایک منفرد قسم:

صفحہ ۴۹۰ سطر ۴ پر دو قرآنی آیات کے بعض حصوں کو یوں لکھا گیا ہے: **فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاعلموا ان اللہ لا یھدی کید الخائنین**۔ محشی نے **ولن تفعلوا** پر نمبر ۱ ڈال کر حاشیہ میں لکھا "۱ القرآن الکریم ۲/ ۲۴" اور **الخائنین** پر نمبر ۲ لکھ کر حاشیہ میں لکھا: "۱۲/ ۵۲"۔ یہ تو درست ہے لیکن لفظ "فاعلموا" نہ تو سورۃ البقرۃ ۲/ ۲۴ میں اور نہ ہی سورۃ یوسف ۱۲/ ۵۲ میں ہے۔ اس کا کیا حل ہے؟ علماء سے رہنمائی کی استدعا ہے۔

خالی حاشیے:

اس جلد کے حواشی میں ایک اور نقص کی طرف اشارہ وہ نمبر بھی کرتے ہیں جن کے آگے کچھ نہیں لکھا۔ مثلاً صفحہ ۶۸۵ کے حاشیہ نمبر ۱ کے آگے

کچھ نہیں لکھا بلکہ جگہ خالی چھوڑ دی گئی ہے۔ میری تلاش سے یہ معلوم ہوا کہ جس عربی عبارت پر یہ نمبر ڈالا گیا ہے وہ واحدی نیشاپوری کی کتاب "اسباب النزول" سورۃ التوبہ آیت ۱۱۳ کے تحت صفحہ نمبر ۱۷۷ پر موجود ہے۔ (بحوالہ مکتبۃ الشاملہ، اصدار ثانی)

اخطاء کی ایک اور قسم:

اخطاء کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ ایک ہی لفظ کو مختلف جگہوں پر مختلف حروف سے لکھا گیا ہے۔ مثلاً صفحہ ۱۷۷ اور ۲۸۷ پر علامہ حفنی کی ایک کتاب کا نام "حاشیہ شرح ہمزیہ" لکھا گیا ہے مگر صفحہ ۲۰۷ پر اسے "شرح حمزیہ" لکھا گیا ہے۔ اہلِ علم اس سلسلے میں بھی رہنمائی فرمائیں گے۔

اظہار تشکر:

جلد ۳۰ اور ۲۹ دونوں کی فہرست سازی اور اخطاء کی نشاندہی کا بنیادی کام اور ابتدائی کمپوزنگ دارالعلوم حنفیہ ضیاء القرآن اسلام آباد میں میرے مدرس ساتھی مولانا احسان الحق قریشی اور عزیز طلبہ کاشف محمود قریشی متعلم درجہ ثالثہ، محمد عباس چوہدری متعلم درجہ ثانیہ اور محمد فیصل متعلم درجہ ثانیہ نے کیا۔ میں اللہ کی بارگاہ میں ان کے علم و عمل میں برکتوں کی دعا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے دین کی خدمت کے لیے منتخب فرمائے۔ آمین

فتاویٰ رضویہ جلد ۲۸: چند اصلاح طلب پہلو

اس سے پہلے فتاویٰ رضویہ کی دو جلدوں یعنی ۳۰ اور ۲۹ میں وارد قرآنی آیات کی فہرست مرتب کرتے وقت سامنے آنے والی اخطاء اور اغلاط کو قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا چکا ہے۔ اس تحریر کے ذریعے جلد نمبر ۲۸ (طبع رضا فاؤنڈیشن، لاہور، جنوری ۲۰۰۵ء) میں وارد قرآنی آیات میں اصلاح طلب چند اغلاط اور اخطاء کی نشاندہی کی گئی ہے جو قرآنی آیات کے متن اور حواشی میں دیئے گئے حوالوں میں پائی گئی ہیں۔ ان کے علاوہ آخر میں خطاء کی ایک اور قسم کی طرف بھی توجہ دلائی گئی ہیں۔ امید ہے رضویات کے میدان میں محققین فتاویٰ سے استفادہ کرتے وقت اور اس کی آئندہ اشاعت کا اہتمام کرنے والے علماء اپنی اپنی ضرورت کے مطابق اس تحریر سے مستفید ہوں گے۔ درج ذیل میں پہلے ان عبارات اور مقامات کا ذکر کیا جاتا ہے جہاں اصلاحات کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔

قرآنی عبارات میں اخطاء:

صفحہ	سطر	غلط	درست
۱۶۳	۸	فاذا فریق منهم یخشون الناس	واذا فریق منهم یخشون الناس
۱۸۴	۱۷	وما بصاحبکم من جنة	ما بصاحبکم من جنة
۱۸۵	۱۱	قرناء فزینو لهم	قرناء فزینوا لهم
۱۸۶	۱۵	بین یدی نجو کم صدقة	بین یدی نجو کم صدقاتٍ
۲۰۱	۱۹	معروضون	معرضون
۲۱۰	۲	طاعة فاذا بررزوا من	طاعة فاذا برزوا من
۲۱۲	۱۳	ان الذین عند ربک	فالذین عند ربک
۳۷۱	۷	فان لم یاتوا بالشهداء	فاذ لم یاتوا بالشهداء

۴۰۰	۸	وما تشاؤن الا ان یشاء الله رب العلمین	وما تشاءُ وْنَ الا ان یشاء الله رب العلمین
۴۹۲	۲۳	وله الحمد فی	له الحمد فی
۵۹۸	۱۳	حسیسها وهم فیما اشتهت انفسهم	حسیسها وهم فی ما اشتهت انفسهم

قرآنی آیات کے حوالوں میں اخطاء:

جیسا کہ اس سے سابقہ مضامین میں فتاویٰ رضویہ جلد ۲۹ اور ۳۰ کے بارے میں عرض کیا گیا تھا کہ اس میں بعض اغلاط کا تعلق سورتوں کے نمبر سے ہے اور بعض غلطیاں آیات کے نمبروں سے متعلق ہیں یہی حال جلد ۲۸ میں وارد آیاتِ قرآنی کا ہے۔ اس جلد کی وہ آیات جن کے مسائل یہی ہیں انہیں درج ذیل جدول سے ملاحظہ فرمائیں۔

صفحہ نمبر	سورۃ	حاشیہ نمبر	حاشیے میں غلط حوالہ	درست حوالہ
۵۲	الانعام	۲	القرآن الحکیم ۶/۶۴	القرآن الحکیم ۶/۱۶۴
۱۵۶	المطففین	۱	القرآن الکریم ۸۳/۲۶،۲۷	القرآن الکریم ۸۳/۲۶،۲۷
۴۰۰	المطففین	۳	القرآن الکریم ۸۱/۱۴	القرآن الکریم ۸۳/۱۴
۵۰۱	ص	۱	القرآن الکریم ۳۸/۶۶	القرآن الکریم ۳۸/۷۶
۵۶۷	المعارج	۲	القرآن الکریم ۵۴/۵۵	القرآن الکریم ۷۰/۱۵،۱۶
۵۸۸	اللیل	۱	القرآن الکریم ۹۲/۱۶	القرآن الکریم ۹۲/۱۵،۱۶
۵۹۶	ھود	۳	۱۱/۱۱۵	۱۱/۱۱۴
۵۹۶	النجم	۴	۵۱/۳۲	۵۳/۳۲
۶۱۸	الحجرات	۱	القرآن الکریم ۳۹/۱۳	القرآن الکریم ۴۹/۱۳

ایک سہو کی اصلاح:

اس جلد ۲۸ کے صفحہ ۲۰۱ پر حاشیہ میں دو حوالے دیئے گئے ہیں لیکن متن میں حاشیہ نمبر ا کی طرف اشارہ کرنے والا نمبر نہیں ڈالا گیا۔ اسے غالباً سطر نمبر ۱۶ کے آخری لفظ "القمر" پر لکھنا چاہیے۔

کنز الایمان کا پشتو اور کریولی زبان میں ترجمہ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی کے معروف ترجمۂ قرآن کنز الایمان کا پشتو زبان میں ترجمہ علامہ مولانا ذاکر اللہ خان نقشبندی صاحب نے مکمل کرلیا ہے۔ امید ہے ان شاء اللہ یہ جلد زیورِ طبع سے آراستہ ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ ماریشس میں بولی جانے والی کریولی زبان میں بھی مولانا قاری بی۔ ایم نجیب صاحب نے کنز الایمان کا ترجمہ کرلیا ہے جو ماریشس سے ہی شائع ہو چکا ہے۔

ادارہ ان دونوں حضرات کو ان کی گراں قدر خدمات پر مبارکباد پیش کرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے علم و عمل میں برکت عطا فرمائے اور فروغِ رضویات کے لئے مزید کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

مستقبل کی ضروریات کے پیشِ نظر مطالعۂ رضویات کے لئے چند اہم موضوعات کا تعین

از: پروفیسر سلیم اللہ جندران *

امام احمد رضا خاں کی ہمہ جہت شخصیت کے متعدد پہلوؤں پر تحقیقی کام جاری ہے تاہم آپ کی خدمات کے حوالہ سے کئی موضوعات پر ابھی مزید کام ہونا باقی ہے۔ راقم یہاں آپ کی خدمات کے چند ایسے پہلوؤں کی نشاندہی کر رہا ہے جس پر تحقیقی کام کی موجودہ معاشرہ میں بھرپور ضرورت ہے۔ محققین اس ضمن میں رضویات کے ماہرین سے رہنمائی حاصل کر کے اپنی نگارشات اردو/ انگریزی/ عربی زبان میں ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل کی مجلسِ تحقیق وتصنیف کو پیش کریں۔

۱۔ امام احمد رضا خاں اور انسان دوستی
Imam Ahmad Raza Khan as a Philanthropist

۲۔ امام احمد رضا خاں کا سماجی بہبود کا تصور
Imam Ahmad Raza's Concept of Social Welfare

۳۔ امام احمد رضا خاں بحیثیت ماہر مستقبلیات
Imam Ahmad Raza as a Futurist

۴۔ امام احمد رضا خاں بحیثیت ماہر معنویات
Imam Ahmad Raza Khan as a Symanticist

۵۔ امام احمد رضا خاں بحیثیت ماہر تعلیم
Imam Ahmad Raza Khan as an Educationist

۶۔ کلامِ رضا کی روشنی میں "عبدِ مصطفیٰ" کی لازمی صفات
یا امام احمد رضا خاں کا تصورِ عبدِ مصطفیٰ ﷺ
Imam Ahmad Raza's Concept of 'Abd-e-Mustafa' (Slave of the Prophet)

۷۔ امام احمد رضا خاں کا طریقِ تحقیق/ امام احمد رضا خاں بحیثیت محقق
Imam Ahmad Raza Khan as a Researcher

۸۔ امام احمد رضا خاں بحیثیت مؤرخ
Imam Ahmad Raza Khan as a Historian

۹۔ ملکی ترقی کے لئے امام احمد رضا کے پیش کردہ معاشی نکات کی اہمیت اور اطلاق
Imam Ahmad Raza's Economical guidelines for development of Country: Significanse and Application

۱۰۔ امام احمد رضا خاں۔۔۔سب کے لئے
Imam Ahmad Raza Khan for everyone

۱۱۔ فاصلاتی نظامِ تعلیم وتربیت کے ترویج وارتقاء میں فتاویٰ رضویہ کا حصہ
The Role of Fatawa Rizviyya in the Promotion of Distance Education and Training System

۱۲۔ افکارِ رضا کی عصرِ حاضر میں افادیت
Imam Ahmad Raza Khan's Thoughts and thier Relevance Today

۱۳۔ ترقی ادب (اردو، عربی، فارسی) میں امام احمد رضا خاں کا کردار
Imam Ahmad Raza Khan's Contribution in the Promotion and Enrichment of Literature

۱۴۔ امتِ مسلمہ کی فکری واعتقادی اصلاح کے لئے امام احمد رضا خاں کی خدمات وتعلیمات
Imam Ahmad Raza Khan's Teachings and Services for the Retification of the Thoughts and beliefs of the Muslim Umma

15۔ فکرِ رضا کی روشنی میں مسلم امّہ کے اتحاد کے لئے لائحۂ عمل
Road-Map/ Action-Plan for the concolidarity of the Muslim Ummah in the light of Imam Ahmad Raza's teachings

۱۶۔ فکرِ رضا کی روشنی میں مسلم امۃ عالمی قیادت کی صلاحیت کیسے حاصل کرسکتی ہے؟
Action-plan for the Muslim Ummah for the Attainment of the world Leadership Position: Imam Ahmad Raza's Point of View

۱۷۔ رضویات پر تحقیق کیوں اور کیسے؟ قومی و بین الاقوامی تناظر میں اس کی ضرورت واہمیت
The Study of Rizviyyat: Why & How? National & International Perspective

۱۸۔ اسلامی عائلی قوانین کی ترتیب وتدوین میں فتاویٰ رضویہ کا حصہ
The Contribution of Fatawa Rizviyya in the Determination of the Muslim Family Laws

۱۹۔ امام احمد رضا خاں بحیثیت مسلم سائنسدان
یا امام احمد رضا خان کی سائنسی خدمات کا جائزہ
An Overview of Imam Ahmad Raza Khan's Scientific Achievements

۲۰۔ تحریکِ پاکستان پر امام احمد رضا خاں کے اثرات
The Impact of Imam Ahmad Raza Khan on the Pakistan Movement

۲۱۔ کنز الایمان اور تصورِ توحید
The Concept of Tauheed (Oneness of Allah) in the Light of Kanzul Iman

۲۲۔ کنز الایمان اور تصورِ رسالت
The Concept of Risalat (The Prophethood) in the Light of Kanzul Iman

۲۳۔ امام احمد رضا اور پیروی حسان۔ پاسبانِ ناموسِ رسالت ﷺ
Imam Ahmad Raza Khan as a follower of Hazrat Hassan-An Upholder of the Sanctity of Prophethood.

۲۴۔ امام احمد رضا خان۔۔۔ماہر لسانیات (عربی، فارسی، ہندی اردو)
Imam Ahmad Raza Khan as a Linguist (Arabic, Persian, Urdu & Hindi)

۲۵۔ اسلامی معاشرہ کی تشکیلِ نو میں امام احمد رضا کا کردار
Imam Ahmad Raza's Role in the development of Islamic Society.

۲۶۔ درسیات ونصابیات کے لئے انتخابِ رضویات
The Selection of Rizviyyat for the National Curriculum/ Syllabus

۲۷۔ دفاعِ اسلام کے حوالہ سے امام احمد رضا خاں کی حکمتِ عملی
The Defence of Islam: Imam Ahmad Raza's Strategy

۲۸۔ امام احمد رضا خاں بحیثیت ماہر ادویات
Imam Ahmad Raza Khan as a Medicine Expert

۲۹۔ امام احمد رضا خاں۔۔۔ماہر ریاضیات
Imam Ahmad Raza Khan as a Mathematician

۳۰۔ امام احمد رضا خاں کے "عبدِ مصطفیٰ ﷺ" اور علامہ اقبال کے "مردِ مومن" کے کردار کا تقابلی مطالعہ
The Comparative Study of Imam Ahmad Raza Khan's "Abd-e-Mustafa" and Allama Muhammad Iqbal's "Mard-e-Momin".

۳۱۔ امام احمد رضا خاں بحیثیت مسلم فلسفی
Imam Ahmad Raza Khan as a Muslim Philospher

۳۲۔ امام احمد رضا خاں اور مذہبی رواداری
Imam Ahmad Raza Khan and Religiouse Tolerance

۳۳۔ امام احمد رضا خاں اور احترامِ آدمیت
Respect for the Humanity in the light of Imam Ahmad Raza's Teachings

۳۴۔ برصغیر پاک وہند میں مسلم ایجوکیشن کے فروغ میں امام احمد رضا کا کردار
Imam Ahmad Raza Khan: His role in the Promotion of Muslim Education in the Indo-Pak Sub-continent

۳۵۔ امام احمد رضا خاں۔۔۔منفرد سفیرِ عشقِ رسول ﷺ
Imam Ahmad Raza Khan: The Unique Envoy of the Prophet (grace and peace be upon him)'s Love

☆☆☆

دینی، تحقیقی و ملی خبریں

﴿دوروزہ بین الاقوامی میڈیا سیمینار (۱۸۔۱۹ مئی ۲۰۰۶ء) مبارک پور کے موقع پر مولانا مبارک حسین مصباحی صاحب* کا فکرانگیز خطبۂ استقبالیہ﴾

بوجھ بھاری ہے چلو مل کے اٹھایا جائے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرات مشائخ عظام، علماے دین، دانشوران ملت اور ارباب صحافت!

آپ حضرات کی تشریف آوری کے موقع پر اپنے قلبی تشکر و امتنان کے لیے کن جملوں کا استعمال کروں اور کس پیرایہ بیان کا انتخاب کروں یہ میرے لیے سخت آزمائش کا مرحلہ ہے۔ شاید اس سے زیادہ اپنی بے زبانی کا احساس مجھے کبھی نہیں ہوگا۔ بے قرار تمناؤں کی دہلیز پر جب بھی ملی مسیحاؤں کے قافلے اترے ہیں تو ''خوش آمدید'' اور اھلاً وسھلاً مرحبا'' جیسے استقبالیہ جملوں سے مسرتوں کا اظہار کیا گیا ہے۔ مگر آج مسرت بداماں قلبی احساسات کی ترجمانی کے لیے ان رسمی جملوں کی قبا تنگ نظر آرہی ہے، اور سچی بات یہی ہے کہ وجدانی کیفیات اور قلبی احساسات کی ترجمانی کے لیے جب بھی زبان وقلم کا استعمال کیا گیا ہے، پیرایۂ بیان کا توازن بگڑا ہے اور ترسیل جذبات کے بارِ نازک سے لفظوں کی پیشانیاں عرق آلود ہوئی ہیں۔ قلبی واردات اور عشق وشوق کے جذبات کو بیان نہیں صرف محسوس کیا جاسکتا ہے۔ تاج محل، سنگ مرمر، نقش ونگار اور حسنِ تعمیر ہی کا نام نہیں بلکہ اس میں تپش احساس اور جذبۂ عشق کا وہ عنصر بھی شامل ہے جس کی تعبیر کے لیے لغت میں آج تک کوئی لفظ نہیں تراشا گیا۔ ہم مدت سے اپنے معزز مہمانوں کی راہ میں دیدہ شوق بچھا ہوئے تھے، آج آپ کے نورانی چہروں کو دیکھ کر ہمارے نہاں خانہ قلوب میں مسرتوں کی بارات، اتر آئی ہے اور ہماری پلکیں تشکر وامتنان کے بارِ گراں سے خم ہیں۔ خداے قدیر آپ کی خسروانہ علمی نوازش اور ہماری فقیرانہ میزبانی کی عمر دراز فرمائے۔

سمٹ رہے ہیں ستارے فلک کی بانہوں میں
غبار نور ہے پھیلا ہوا نگاہوں میں

حضرات گرامی! دین وملت کے حوالے سے ملکی اور بین الاقوامی سطح پر اس وقت جو مسائل کھڑے ہیں اور شب وروز جو نت نئے چیلنجز سامنے آرہے ہیں۔ انفرادی سطح پر ان کا مقابلہ کرنا آسان نہیں اور نہ بحیثیت فرد کوئی پوری ملّت کی جانب سے جواب دہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کے حوالے سے بڑے سے بڑا طوفان ہمارے سروں سے گزر جاتا ہے اور ہم میں سے کوئی ملی اور جماعتی مسؤل کی حیثیت سے چند قدم آگے بڑھنے کو تیار نہیں ہوتا، یہاں ہماری مراد جماعتی وملّی رہنمائی سے ہے سیاسی لیڈرشپ سے نہیں، امت مسلمہ بھی سیاسی لیڈرشپ کو مسلم قیادت کے حوالے سے تسلیم کرنے کو تیار نہیں۔ اس مایوس کن پس منظر میں خاک ہند میں اہل سنت وجماعت کے سب سے بڑے دینی اور علمی ادارے کے سربراہِ اعلیٰ پیر طریقت حضرت علامہ عبدالحفیظ صاحب کی قیادت میں ایک تنظیم کی تشکیل عمل میں آئی۔ ''تنظیم ابنائے اشرفیہ'' کی باضابطہ تشکیل کی عمر ابھی ایک سال بھی پوری نہیں ہوئی کہ جہانِ سنیت کے ہر گوشے سے اس کا معتبر اور پراعتماد چہرہ دیکھا اور پہچانا جاسکتا ہے اور جیسے جیسے وسائل کی زمین زیرقدم آرہی ہے، تنظیم کی عملی کارگزاریوں کا دائرہ ابھرتے سورج کی طرح پھیلتا اور بڑھتا جارہا ہے، روے ارض پر تنظیمی ناکامیوں کے لیے جب بھی صف ماتم بچھائی گئی ہے تو باہم اختلاف اور باصلاحیت افراد کی قلت کا مرثیہ سب سے زیادہ پڑھا گیا ہے۔ مادر علمی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور نے اپنے بانی حضور حافظ ملت قدس سرہ کا یہ نظریۂ حیات شیرِ مادر کی طرح اپنے فرزندوں کی رگوں میں اتارا ہے کہ ''اتفاق زندگی ہے اور اختلاف موت''۔

---

* جنرل سکریٹری، تنظیم ابنائے اشرفیہ، مبارک پور
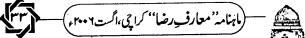
جہاں تک باصلاحیت افراد کا تعلق ہے، فرزندانِ اشرفیہ اپنی عددی کثرت، علمی وقلمی بالادستی اور فکر ودعوتی وسعتوں کے اعتبار سے خاک ہند میں اہل سنت کے نصف سے زائد حصے پر مشتمل ہیں۔ سفیرانِ رشد وہدایت سے لے کر خطیبانِ ممبر ومحراب تک، مدارس وخانقاہوں کے مسند نشینوں سے لیکر دانش کدوں کے کج کلاہوں تک، صحافتی دنیا سے لے کر لوح وقلم تک، جو جہاں ہے وہیں مینارہ نور ہے، اس پس منظر میں ہم یہ دعویٰ پورے فخر کے ساتھ کر سکتے ہیں تنظیم ابنائے اشرفیہ کے کارگہہ عمل میں باصلاحیت افراد کی قلت کا مسئلہ کبھی کھڑا نہیں ہوگا۔ (ان شاء اللہ العزیز)

حاضرین اجلاس! اہل سنت وجماعت کے لیے آزادی کے بعد یہ پہلا موقع ہے کہ خاک ہند میں ہم اپنی عالمی تحریک کے تحت کسی بین الاقوامی مسئلہ پر سر جوڑ کر بیٹھے ہیں، ہوسکتا ہے میرا یہ خیال تھوڑی دیر تک آپ کو ذہنی الجھن میں گرفتار رکھے، لیکن جب آپ مخلصانہ سنجیدگی کے ساتھ غور کریں گے تو مجھ سے زیادہ بلند آواز سے آپ اس سچائی کا اعلان کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کیا یہ سچائی نہیں ہے کہ آزادی کے بعد سے آج تک کوئی ایسا مستحکم تنظیمی ڈھانچہ کھڑا نہ ہوسکا جس سے اکثر علما اور اہل علم ودانش وابستہ ہوں، کیا یہ سچائی نہیں ہے، ملکی اور عالمی سطح پر مسلم قیادت کا فقدان ہے، کیا یہ سچائی نہیں ہے کہ ہم ملی متحدہ محاذ کے بجائے مشربی اور جغرافیائی حلقوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ کیا یہ سچائی نہیں کہ جماعتی سطح پر دین وملت کے فروغ کے لیے ہمارا کوئی طویل المیعاد منصوبہ نہیں ہے؟ یہی وجہ ہے کہ اسلام مخالف سازشوں کا مقابلہ کرنے کے لیے ہمارا جماعتی وجود ٹس سے مس نہیں ہوتا۔ کیا یہ تمام زمینی حقائق اس سچائی کا اعتراف نہیں ہیں کہ ہماری جماعت تنظیمی فکر وعمل سے خالی ہے۔

عزیزانِ ملت اسلامیہ! اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اہل سنت وجماعت میں ملک گیر اور عالمگیر شہرت کی حامل شخصیتیں ہیں، بڑی بڑی کانفرنسیں اور جتماعات ہوتے ہیں۔ بڑی بڑی بلڈنگوں والے ادارے ہیں۔ لیکن ملکی اور بین الاقوامی بساط پر ملی دائرہ فکر وعمل جس کا متقاضی ہے وہ تنظیمی ڈھانچہ آج تک منظم نہ ہوسکا، ملکی اور ملی بساط پر ہم کب تک مسلم قیادت ونمائندگی کا ماتم کرتے رہیں گے؟، اور کب تک کاسۂ گدائی لیے ملی قیادت کی حصہ داری کی بھیک مانگتے رہیں گے؟ یہ ہمارے فکر وعمل کا افلاس ہی تو ہے کہ پورے ملک میں ۸۵ رفیصد سے زیادہ اہل سنت وجماعت ہیں اور مسلم قیادت کی باگ ڈور ۱۵ر فیصد کے ہاتھوں میں ہے، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہمارے اکابر اور علما نے ملی فلاح وبہبود کے لیے بہت کچھ کیا، سلگتے ہوئے مسائل پر کل ہند انقلاب آفریں کانفرنسیں کیں، لیکن ان کی حیثیت یا تو وقتی تھی یا انفرادی، جب کہ ملی اور ملکی تحریکوں کے موثر ہونے کے لیے تسلسل واجتماعیت ضروری ہے۔ تنظیمی نظم نہ ہونے کی وجہ سے ہمارے اکابر کی بڑی بڑی دینی وملی خدمات ماضی کی بے رحم مٹی میں دفن ہوگئیں جبکہ غیر اہل سنت نے تنظیمی قوت سے معمولی معمولی خدمات کو بھی ملی تاریخ کا روشن باب بنا کر محفوظ کر لیا۔ میں اس بات کو اکثر کہتا رہتا ہوں کہ عہد حاضر میں خدمت انجام دینا یقیناً اہم کام ہے مگر خدمت کو محفوظ کرنا اس سے بڑا کام ہے جو ہمارے یہاں جماعتی اور ملی نقطہ نظر سے آج تک نہ ہوسکا۔ یہ اہم کام انفرادی طور پر نہیں بلکہ تنظیمی پلیٹ فارم سے ہی انجام دیا جاسکتا ہے۔ تنظیم کے لیے اس سے وابستہ افراد میں نظم اور ربط باہم بنیادی چیز ہے اور اس کے قیام واقدام کے لیے بھرپور منصوبہ بندی اور ملی مفاد کے لیے مشترکہ جد وجہد ضروری ہے۔ بفضلہ تعالیٰ تنظیم ابنائے اشرفیہ اپنے طے شدہ خطوط پر پوری منصوبہ بندی اور فکری بالیدگی کی ساتھ پیش قدمی کر رہی ہے۔ بلا تفریق مشرب ووطن علمائے اہل سنت اور درجنوں ممالک میں پھیلے ہوئے فرزندانِ اشرفیہ سے ہماری دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ دستِ محبت بڑھائیں اور عالمی سطح پر ملی اور جماعتی مسائل کے حل کے لیے سیسہ پلائی دیوار بن جائیں۔

چمن والو! چمن کی خیر مانگو خیر اسی میں ہے
نہ ہوگا جب چمن تو آشیاں اپنا کہاں ہوگا

محترم سامعین کرام! آج ہم دو روزہ بین الاقوامی میڈیا سیمینار میں ہیں۔ اس سیمینار میں اہل علم ودانش میڈیا کے بین الاقوامی کردار پر اظہار خیال کریں گے میڈیا انگریزی لفظ Medium کی جمع ہے۔

جب مطلق لفظ میڈیا بولا جاتا ہے تو اس سے ذرائع ابلاغ مراد ہوتے ہیں۔ یعنی اطلاعات وخبر رسانی کے ہمہ گیر اور مربوط نظام کو میڈیا کہتے ہیں۔ عہدِ جدید میں کسی بھی قوم یا ملک کی قوت کا معیار میڈیائی قوت پر منحصر ہے۔ عہد حاضر میں دعوت وتبلیغ اور انسانی ذہن سازی کا بھی یہ سب سے قوی اور برق رفتار ذریعہ ہے۔ اس نے پوری دنیا کو ایک گاؤں بنا کر دکھ دیا ہے۔ میڈیا کے ذریعہ پیار ومحبت کی خوشبو بھی پھلائی جاسکتی ہے، اور نفرت وبیزاری کی آگ بھی، میڈیا سے حوصلوں کو بلند بھی کیا جاسکتا ہے اور پست بھی، کسی قوم کی شبیہ خوش نما بنائی جاسکتی ہے اور بدنما بھی، کسی قوم کو نیک نام بھی کیا جاسکتا ہے اور بدنام بھی، میڈیا سے کسی قوم میں علم وشعور کا اجالا بھی پھیلایا جاسکتا ہے اور جہالت، بے شعوری کا اندھیرا بھی، کسی پست قوم کی عظمتوں کا تاج محل کھڑا بھی کیا جاسکتا ہے اور کسی بلند قوم کی عظمتوں کا تاج محل زمین بوس بھی۔ صدی ڈیڑ صدی پہلے کی بات ہے یہودی روے زمین کی ذلیل ترین قوم تھی کائنات کا ہر فرد اس سے نفرت کرتا تھا، اس نے آہستہ آہستہ میڈیا پر گرفت بنانے کی کوشش کی اور کامیاب ہوگئی۔ آج دنیا کے کثیر الاشاعت اخبارات وجرائد اور بین الاقوامی نیوز ایجنسیاں یہودیوں کے قبضے میں ہیں یا ان کے زیر اثر افراد کے، اس کا نتیجہ یہ ہے آج عالمی سطح پر ان کے مفادات کو نظر انداز کرنا آسان نہیں۔

حضرات گرامی! بساط عالم سے لے کر خاک ہند تک میڈیا پر غیر مسلموں ہی کو بالا دستی حاصل ہے رات کے کسی حصے میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کوئی منصوبہ سطح ذہن پر ابھرتا ہے اور سورج کی پہلی کرن پھوٹتے ہی محسوس دنیا کے کناروں تک پہنچا دیا جاتا ہے۔ شاید ہی کوئی ایسا دن گزرتا ہو جس میں مسلمانوں کے کسی حساس مسئلہ پر نشتر نہ چلایا جاتا ہو، کبھی اسلام کے نظریہ جہاد کی غلط تشریح کی جاتی ہے۔ کبھی اسلام کو دہشت گرد مذہب لکھا جاتا ہے، کبھی قرآن کو فتنہ وفساد والی کتاب کہا جاتا ہے، کبھی مسائل شریعت کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ کبھی خواتینِ اسلام کو مظلوم کہہ کر ان پر آٹھ آٹھ آنسو بہائے جاتے ہیں، کبھی عمرانہ اور گڑیا جیسے معاملات کو اچھال کر مسلمانوں کو رسوا کیا جاتا ہے اور کبھی اظہار رائے کے آزادی کا نام لے کر محسنِ انسانیت ﷺ کی شان میں گستاخیاں کی جاتی ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ میڈیا کے ذریعہ جب بھی مسلمانوں کے کسی عقائد ومسائل کی مضحکہ خیزی کی جاتی ہے۔ تو ہم سراپا احتجاج بن کر چیخ اٹھتے ہیں۔ لیکن یہ ہمارے احتجاجات ومظاہرے ہمارے مسائل کا حل نہیں، بلکہ سچی بات یہ ہے رقصِ بسمل کی طرح ہمارے احتجاج واضطراب کا تماشا دیکھا جاتا ہے، اور دنیا بھر کو دکھایا جاتا ہے۔ اور اب مسلسل ان قیامت خیز حالات کو دیکھتے دیکھتے امت مسلمہ کی قوتِ احساس بھی منجمد ہوتی چلی جارہی ہے۔ خدانخواستہ اگر مسلمان اس منزل میں پہنچ گئے کہ ان کے سامنے ان کے دین ومذہب کا مذاق اڑایا جائے اور ان کی دینی حمیت اور قوتِ احساس بیدار نہ ہو تو وہ مسلمانوں کی دینی وملی زندگی کے لیے موت کا پیغام ہوگا۔ خدا کا فضل ہے ابھی ہمارے علما ومشائخ اور ارباب علم ودانش کی برکت سے امتِ مسلمہ میں احساسِ زیاں باقی ہے اور آج کا یہ تاریخی اجتماع امت مسلمہ کے اسی احساس کو طوفانوں کی زد پر چراغ جلانے کا عزم وحوصلہ بخشنے کے لیے منعقد ہوا ہے۔

ہم سکھا دیں گے ہر اک قطرے کو طوفاں ہونا
بے ادب ہم سے نہ اے گردش دوراں ہونا

محترم حضرات! اب میں گفتگو کے اسی موڑ پر آپ حضرات کے ذہنوں کو ایک اور حساس رخ کی جانب موڑنا چاہتا ہوں۔ میڈیا کی ذہن سازی کے نتیجے میں آج ہماری جدید نسل بڑی تیزی کے ساتھ فکری ارتداد میں مبتلا ہورہی ہے، اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ نئی نسل مذہبی کتابوں اور اسلامی جرائد ورسائل سے بے نیاز رہتی ہے، ان کے مشاہدہ ومطالعہ کا محور جدید میڈیا ہے، اس میں جو کچھ اسلام کے حوالے سے آتا ہے وہ اسی کو حق سمجھ لیتی ہے اور اب بڑی تیزی سے یہ نسل غیر شعوری طور پر اسلام کی عظمت سے نا آشنا اور اس کی فکر سے بیزار ہوتی جارہی ہے۔ میڈیا میں اسلام کے تعلق سے جن اعتراضات وشبہات کو اٹھایا جاتا ہے، ان کا جواب وہ عصری تعلیم یافتہ اربابِ قلم دیتے ہیں جو خود اسلام کی بنیادی معلومات سے نا آشنا اور شریعت کی حکمتوں سے ناواقف ہوتے ہیں اور جو علما معقول جواب دے سکتے ہیں ان تک اعتراضات ہی نہیں پہنچ پاتے۔ یہ ایک لمحۂ فکریہ ہے اگر علما اور

اہل دانش ربط باہم کے ساتھ میڈائی چیلنجز کا مقابلہ کریں تو یہ لمحۂ فکریہ ختم ہوسکتا ہے اور طوفان کا رخ سمتِ مخالف مڑسکتا ہے۔

محترم حضرات! آج سیمینار کا موضوع ''اسلام اور عصر حاضر کا چیلنج میڈیا کے حوالے سے'' ہے اس موضوع کے تحت سات ذیلی عنوانات ہیں ان موضوعات میں تنظیم نے بہت سے مقاصد کا احاطہ کرلیا ہے۔

ہمیں یقین ہے کہ اس سیمینار کے فکر انگیز اور تعمیری اثرات جہانِ سنیت میں محسوس کیے جائیں گے۔ مدارس اسلامیہ میں قرطاس وقلم اور صحافتی بیداری کی لہر دوڑے گی، اسلام اور مسائل اسلام کا حقیقی رخ میڈیا کے سامنے آئے گا، علماے کرام اسلام اور مسلمانوں کے تعلق سے بین الاقوامی میڈیا کے کردار سے باخبر ہوں گے، جماعتی سطح پر مسلم میڈیا کی خدمات اور کوتاہیوں پر روشنی پڑے گی اور اس حوالے سے ہمیں اپنی ذمہ داریوں کا احساس پیدا ہوگا، امتداد زمانہ کے دفینوں سے اکابر اہلسنت کی صحافتی خدمات کے خزانے نکالے جائیں گے اور جامعہ اشرفیہ اور فرزندان اشرفیہ کی صحافتی خدمات کو موضوع سخن بنایا جائے گا۔

اخیر میں ہم تنظیم کی جانب سے یہ وضاحت کردینا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ ہم چاہتے ہوئے بھی بہت سے علما، ارباب قلم اور نامور فرزندان اشرفیہ کو اس سیمینار میں مدعو نہیں کرسکے، فرد ہو یا تنظیم، چادر دیکھ کر ہی پاؤں پھیلانے چاہئیں۔ ہمارے مقالہ نگاروں کی ایک بڑی تعداد ایسی ہے جن کے مقالے موصول ہوگئے یا لکھنے یا ارسال کرنے کی اطلاع ہے ہم انہیں انشاء اللہ ملک کے دیگر مقامات پر منعقد ہونے والے سیمناروں میں مدعو کریں گے۔ ہماری کوشش یہی ہوگی کہ تنظیم کی کارگزاریاں وقتی اور ہنگامی نہ ہوں بلکہ منصوبہ بندی کے ساتھ دیرپا اور نتیجہ خیز ہوں۔ مگر اس کے لیے ہم علماے اہل سنت، دانشوران ملت اور خاص طور پر فرزندان اشرفیہ سے پرخلوص گزارش کریں گے کہ وہ آگے آئیں ہمارے لرزتے قدموں کو سہارا دیں اور فکر وعمل کے ہر میدان میں ہماری رہنمائی اور دست گیری فرمائیں۔

اپنے کردار کی عظمت کو بچایا جائے
بوجھ بھاری ہے، چلو مل کے اٹھایا جائے

ہم ایک بار پھر مرکزی انتظامیہ اور فرزندان اشرفیہ کی جانب سے اپنے معزز مہمانوں اور حاضرینِ اجلاس کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ وسائل کی قلت اور مہمان نوازی کے آداب سے لاعلمی کی وجہ سے اگر ہمارے کسی مہمان کو کسی طرح کی کوئی تکلیف پہونچے تو خدارا اپنا سمجھ کر ہمیں درگزر فرمائیں گے الا عتذار عند کرام الناس مقبول۔
اس مقام پر ہم الجامعۃ الاشرفیہ کی مجلس انتظامیہ اور اساتذۂ اشرفیہ کا شکریہ ادا کیے بغیر نہیں رہ سکتے جنہوں نے قدم قدم پر ہمارا تعاون کیا مولیٰ تعالیٰ دینی وملی فلاح وبہبود کے لیے ہم سب کی مشترکہ کوشش کو قبول فرمائے۔ آمین۔ بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

شاعر: مولانا صاحبزادہ ابوالحسن واحد رضوی

نعتِ احمد ہوگئی ہے لب پہ جاری واہ واہ
مٹ رہی ہے میرے دل کی بے قراری واہ واہ

آپ ہی کے ذکر سے ہوتا ہے دل بھی مطمئن
آپ ہی کے ذکر میں ہے کامگاری واہ واہ

دونوں عالم میں نہیں ہے آپ کا کوئی مثیل
حق نے ایسے آپ کی صورت سنواری واہ واہ

نعت محفل میں سنائی واحدِ رضوی نے جب
عاشقانِ مصطفی کی صف پکاری واہ واہ

رَدُّ الرِّفضۃ کے انگریزی ترجمہ The Refutation of Rawafidh پر ایک نظر

تحریر: مولانا خورشید احمد سعیدی، اسلام آباد

حکیم سید محمد مہدی مرحوم نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کو مؤرخہ ۲۴ ذیقعدہ ۱۳۱۹ھ ایک سوال بھیجا جو ایک سُنّی سیدہ کے ترکہ پر اس کے شیعہ بنی عم کے دعوی سے متعلق تھا۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے اس سوال کا ایک مفصل جواب لکھا جسے "رَدُّ الرِّفضۃ" کا نام دیا گیا۔ یہ رسالہ مختلف جگہوں سے طبع ہوا۔ اسے فتاویٰ رضویہ (ج ۱۴، طبع جمادی الاخریٰ ۱۴۱۹ھ/ستمبر ۱۹۹۸ء لاہور، ص ۲۴۹ تا ۲۶۸) میں بھی شامل کیا گیا ہے۔

اس رسالے کا ایک انگریزی ترجمہ بعنوان "The Refutation of Rawafidh" رضا اکیڈمی، سٹاکپورٹ انگلینڈ نے 2005 میں شائع کیا۔ کتاب کا ٹائٹل رنگین، خوبصورت اور کاغذ عمدہ ہیں۔ اس کے کل 65 صفحات ہیں۔ Contents والے صفحہ کے بعد ایک صفحہ پر محمود الیاس، معروف الیاس اور جابر الیاس کی طرف سے General Editors Preface ہے۔ اس کے بعد صفحہ 6 تا 8 پر پیر محمد الیاس کشمیری صاحب بانی چیئر مین کا Acknowledgement ہے۔ پھر قاری کو صفحہ 9 تا 15 پر Introduction ملتا ہے۔ اسے کس نے لکھا؟ یہ نہیں بتایا گیا اس کے بعد Foreword ہے جس کے آخر میں محمد طاہر خان، محمود الیاس، معروف الیاس اور جابر الیاس کے نام درج ہیں۔ اس کے صفحہ 19 تا 59 پر رَدُّ الرِّفضۃ کا انگریزی ترجمہ ہے۔ سب سے آخر میں The Raza Academy کا تعارف ہے جسے 60 تا 65 کے چھ صفحے دیئے گئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ 65 صفحے کی کتاب میں 41 صفحے رَدُّ الرِّفضۃ کے ترجمہ کے لیے وقف کیے گئے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مترجم سمیت کم از کم چھ افراد نے اس کی تیاری میں اپنی صلاحیتوں کو استعمال کیا ہے۔

کتاب کے اس جائزے میں ان پہلوؤں پر روشنی ڈالی جائے گی جہاں ان چھ افراد کی مجتمع صلاحیتوں کے باوجود کمزوریاں، نقائص، خامیاں اور فروگذاشتیں پائی جاتی ہیں تاکہ جہاں ایک طرف عام قارئین کو اس کتاب کی قدر و قیمت کا اندازہ ہو سکے وہاں اس کتاب کے ناشرین کو بھی علم ہو کہ آئندہ اشاعت میں کیا کیا اصلاحات ضروری ہیں۔

آج کا ہمارا ایک المیہ یہ بھی ہے کہ تقریباً تمام صاحبانِ علم جو کسی دینی کتاب کی روح کو سمجھتے یا سمجھ سکتے ہیں انہیں انگریزی زبان کا اتنا علم نہیں ہے جو اسلام کے پیغام کو انگریزی دان طبقے تک پہنچانے کے لیے ضروری ہے۔ مزید برآں تقریباً تمام دینی تربیتی اداروں کی ایک کمزوری یہ بھی ہے کہ انہوں نے وقت کی اس پکار پر لبیک کہنے اور انگریزی میں لٹریچر فراہم کرنے کے لیے افراد کی تربیت کے کام کا آغاز نہیں کیا۔

دوسری طرف یہ خطرناک صورتحال ہے کہ وہ مسلمان جو انگریزی دان ہیں، انہوں نے یہ زبان سیکھی اور مناسب حد تک مہارت بھی پیدا کر لی، ان کے دل میں دینِ اسلام کا درد بھی ہے لیکن چونکہ ان کی دینی تربیت مناسب اور ضروری حد تک نہیں ہے اسلئے جب وہ کسی دینی کتاب کا انگریزی زبان میں ترجمہ کرتے ہیں تو فائدے کی بجائے نقصان زیادہ کرتے ہیں۔ اس جائزے میں اس قسم کے لوگوں کے لیے بھی ذیل میں کچھ باتیں شامل ہیں جن کا لحاظ رکھنا

بہت اہم ہے تا کہ اصل مصنف کا مقام و مرتبہ اور حقیقی پیغام اور مقصد فوت نہ ہونے پائے۔

مگر پہلے اس امر کی طرف اشارہ کرنا شاید مناسب ہوگا کہ اس جائزے کی خاطر ردالرفضہ کے تین اردو نسخوں کا مطالعہ کیا گیا۔ ایک نسخہ وہ ہے جسے مکتبہ ضیاء السنۃ، مدرسہ علیمیہ سراجیہ ریلوے روڈ ملتان نے جولائی ۱۹۹۰ء میں شائع کیا تھا۔ یہ مجھے جامعہ قادریہ رضویہ فیصل آباد کے نوجوان مدرس برادرم جناب اعجاز صاحب کی ذاتی لائبریری سے ملا۔ دوسرا نسخہ مرکزی مجلس رضا لاہور کا ۱۹۸۶ء میں شائع کردہ ہے۔ یہ مجھے جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی کی لائبریری سے ملا۔ اور تیسرا نسخہ وہ ہے جو فتاویٰ رضویہ جلد ۱۴ میں شامل ہے۔ ان تینوں میں بعض جگہ کچھ اختلافات ہیں جو ایک علیحدہ مقالے کے متقاضی ہیں۔ جو بتوفیق اللہ الکریم کسی وقت پیش کیے جائیں گے۔

ان تمہیدی کلمات کے بعد اب آیئے The Refutation of Rawafidh کی طرف۔

(۱) اس کے مترجم کون ہیں؟ اس سوال کا جواب ایک نہیں ہو سکتا کیونکہ کتاب کے ٹائٹل پر لکھا ہے: Translation by Dr. Muhammad Ramadan لیکن اگر آپ کتاب کھولیں تو اندر کے پہلے صفحہ پر مترجم کا نام Dr. Abdul Naim Aziz لکھا ہے۔ مترجم ڈاکٹر محمد رمضان ہیں یا ڈاکٹر 'عبدُل نعیم' عزیز؟ بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی۔ صفحہ 17 کے آخری پیراگراف میں مترجم کا نام Dr. Mawlana Abdul Naim Azizi یعنی ڈاکٹر مولانا 'عبدُل نعیم' عزیزی بتایا گیا ہے (عبدالنعیم نہیں)۔ اس لئے یہ جاننا مشکل ہے کہ اس جائزے کا اصل مخاطب کون ہوگا۔ بہر حال کتاب کی تیاری میں بے توجہی اور غفلت کی یہ پہلی مثال ہے۔ یہاں ایک ہی نام ہونا چاہیے تھا اور اگر دو افراد نے مل کر ترجمہ کیا ہے تو ان دونوں کا نام بھی اندر باہر اکٹھے لکھنا چاہیے تھا۔

(۲) جب ہم کتاب The Refutation of Rawafidh کو کھولتے ہیں تو اندر کے پہلے صفحے پر ہمیں ملتا ہے:

Shaikh al-Shaikh as-Shaikh Imam
Ahmad Raza Knan

یہاں پہلی سطر کے الفاظ پر غور فرمائیں۔ اردو میں انہیں یوں لکھا جائے گا: شیخ اَل شیخ اَیز شیخ امام احمد رضا خاں۔ پہلی بار صرف 'شیخ'، دوسری بار 'اَل شیخ'، اور تیسری بار 'اَیز شیخ' لکھنے کا انداز غلط اور گمراہ کن ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ نہ تو ان الفاظ کو لکھنے والا اور نہ ہی پروف ریڈنگ والا شخص بیدار مغز عالم ہے۔ الشیخ کو ash-Shaikh لکھنا مناسب ہے کیونکہ اس میں لام تعریف یعنی 'ال' کے بعد حرف شمسی کے تلفظ کا لحاظ برقرار رہتا ہے۔ قرآن مجید میں چار سورتیں ایسی ہیں جن کے نام میں 'ال' کے بعد حرفِ شین آتا ہے یعنی الشعراء، الشوریٰ، الشمس، الشرح۔ سعودی عرب سے شائع کئے گئے قرآن مجید کے انگریزی ترجمہ The Noble Qur'an میں جب ان سورتوں کے نام انگریزی میں لکھے گئے تو اس 'ال' کے لیے Ash لکھنے کا اہتمام کیا گیا تا کہ اس لام تعریف کے بعد حرفِ شمسی یعنی شین کی وجہ سے لفظ کا اصل تلفظ برقرار رہے۔ مزید یہ کہ اس لقب کو یہاں تین بار کی بجائے صرف ایک بار لکھنا کافی ہے۔

مترجم کی عربی دانی:

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی تصانیف کو سمجھنے کے لیے کس حد تک عربی زبان کا علم ہونا ضروری ہے؟ یہ بات اعلیٰ حضرت کی کتب کا مطالعہ کرنے والوں پر مخفی نہیں۔ ظاہر ہے جو شخص عربی میں لکھی عبارت کے فعل ماضی اور فعل امر میں تمیز کرنے کی بھی صلاحیت نہ رکھتا ہو وہ ترجمہ کیا کرے گا؟ اور اصل تصنیف کا حق کیا ادا کرے گا؟ آیئے درج ذیل میں جناب مترجم کی اس کم فہمی کی بناء پر اغلاط کا اندازہ کریں۔

(۳) اعلیٰ حضرت نے رد الرفضۃ کا آغاز عربی خطبہ سے فرماتے ہوئے لکھا: "**الحمد لله الذی هدانا و کفانا و اوانا عن الرفض و الخروج و کل بلاء نجانا**"۔ فتاویٰ رضویہ (طبع رضا

فاؤنڈیشن، ج ۱۴، اشاعت ستمبر ۱۹۹۸ء) کے صفحہ ۲۴۹ پر اس عربی عبارت کا اردو ترجمہ یہ کیا گیا ہے: ''سب حمد یں اس اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے ہمیں ہدایت دی اور رفض اور خروج سے کفایت اور پناہ دی اور ہر بلاء سے نجات دی''۔

اسے سمجھنے کے بعد اب ملاحظہ فرمایئے کہ رد الرفضۃ کے انگریزی مترجم نے اسے کیا سمجھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

O Allah! Guide us upon the right path and You are sufficient for us. And save us from dissension and all other such calamities. (P. 20)

براعتِ استہلال کی صفت سے موصوف اس خطبہ کے اہم الفاظ رفض اور خروج جو کتاب کے مرکزی مباحث کی طرف اشارہ کرتے ہیں کو تلاش کیجئے۔ کیا وہ اس ترجمے میں ہیں؟ فعل ماضی کو فعل امر سے بدل دینے جیسی باقی تمام خرابیوں کو ابھی ایک طرف رہنے دیجئے اور سوچئے کہ وہ مترجم جو اعلیٰ حضرت کی عبارت کے مرکزی نکات کو غائب کر دیتا ہو اس نے اعلیٰ حضرت کے موقف کی ترجمانی کیا کی ہوگی؟

(۴) متاخرین فقہاء میں ایک الصدر الشہید کے نام سے مشہور ہیں۔ مترجم نے صَدْر کو صَدَر بنا کر Sadar (ص 32، 35) لکھا ہے۔

(۵) عربی گرائمر کے مطابق لفظ 'مجتہد' واحد مذکر اسم فاعل از باب افتعال کا صیغہ ہے۔ نصبی اور جری حالت میں اس کی جمع مذکر سالم 'مجتہدین' ہوتی ہے۔ مترجم نے اسے Mujtahedeens (ص 48، 50) لکھا ہے۔ جو اسم پہلے ہی سے جمع ہے اس کے ساتھ جمع بنانے والا S لگانے کی کیا ضرورت ہے؟

عربی زبان کے ناقص فہم کی طرف اشارہ کرنے والی ان مثالوں کے بعد اب آیئے اسلامی اصطلاحات، اسماء، القابات سے متعلق جناب مترجم کے ترجمے کی حالت کا جائزہ لیتے ہیں۔

اسلامی اصطلاحات واسماء کا مسئلہ:

(۶) از اول تا آخر کتاب میں 'صلی اللہ علیہ وسلم' کو Sall Allahu Alaihi wa Sallam کی شکل میں لکھا ہے۔ یہاں پر صَلّٰی کا متبادل Sall لکھنا غلط ہے اسے کم از کم Salla ہونا چاہیے۔ اور اگر سمجھانا مقصود ہو تو بہتر ہے کہ 'صلی اللہ علیہ وسلم' کے بدلے میں Peace and Blessings of Allah be upon him لکھنا غالبًا مناسب ہے۔ عمومًا کتب میں ہم 'صلی اللہ علیہ وسلم' کے بدلے میں Peace be upon him لکھا دیکھتے ہیں۔ کم علمی یا نافہمی کی بناء پر یہ بھی غلط ترجمانی ہے۔ یہ دراصل 'علیہ السلام' کا ترجمہ ہے جس میں سلام کا ذکر تو ہے لیکن صلوٰۃ (درود) کا ذکر نہیں ہے جو صَلّٰی فعل ماضی کی شکل میں 'صلی اللہ علیہ وسلم' میں موجود ہے۔ اسی طرح Peace be upon him میں اسم جلالت 'اللہ' بھی ذکر نہیں کیا جاتا حالانکہ یہ بھی 'صلی اللہ علیہ وسلم' میں موجود ہے۔ یہ طرزِ عمل ہمارے دوغلے رویے کی نشاندہی کرتا ہے کہ اردو یا عربی میں جب رسول کریم کا ذکر کریں تو صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں لیکن انگریزی میں ذکر کریں تو 'Peace be upon him' یعنی 'علیہ السلام' کہتے ہیں۔ جناب مترجم نے اس سے بچنے کی لائق تحسین کوشش تو کی ہے لیکن ایک اور غلطی کا شکار ہو گئے ہیں۔

(۷) اس کتاب میں مذکور لفظ 'قادِری' کو ایسے لکھا گیا جیسے 'قـادْری-Qadri' یعنی دال کی زیر/کسرہ کے ساتھ نہیں بلکہ اس کے 'سکون/ جزم' کے ساتھ۔ یہ اصل تلفظ کی خلاف ورزی ہے۔ اسے Quadiri لکھنا اقرب الی الصواب ہے۔ یہی پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری زید مجدہ نے اختیار کیا ہے اور لفظ 'قائد اعظم' کو انگریزی میں Quaid-e-Azam لکھا جاتا ہے۔ یعنی قادری کے لیے 'قا' کو Qua سے اور اس کی دال کے لیے زیر/کسرہ کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

(۸) عربی زبان میں کچھ اسماء ایسے ہیں جن کے آخر میں گول تاء 'ۃ'

ہوتی ہے جسے بصورت وقف 'ہ' سے بدل دیا ہے۔ اس کا تلفظ اردو میں تقریباً ہر جگہ 'ہ' سے کیا جاتا ہے۔ مثلاً ابو حنیفہ، ذو القعدہ، عائشہ صدیقہ، خلاصہ، ہدایہ، کفایہ، علامہ۔ انہیں جناب مترجم نے Abu Hanifa, Dhual-Qadha, Ayisha Siddiqua, Khulasa, Hedaya, Kifaya, Allama لکھا ہے۔ یہ انداز غلط اور تحریف سے مشابہ ہے کیونکہ ان کے آخر میں آنے والا a تو ہاء کے ماقبل حرف کی زبر/فتحہ کو ظاہر کرتا ہے۔ مثلاً غور کیجئے کہ اگر اسم جلالت 'اللہ' کو انگریزی میں Allah کی بجائے صرف Alla لکھیں تو کیا حال ہوگا؟ اس لئے یہ اصول یاد رکھنا چاہیے کہ وہ عربی یا اردو اسماء، یا کلمات جن کے آخر میں ہاء ماقبل مفتوح ہو تو انہیں انگریزی میں لکھتے وقت آخر میں ah لکھنا چاہیے۔ جناب مترجم نے اچھا کیا ہے کہ اس اصول کا لحاظ سراجیہ، حاشیہ، صلوۃ، بزازیہ، ظہیریہ، غنیۃ، منیہ، جبریہ کو Sirajiyyah, Hashiyyah, Salah, Bazaziyyah, Zaheeriyyah, Ghuniyyah, Muniyyah, Jabriyyah لکھنے میں رکھا ہے۔ معلوم نہیں مذکورہ بالا اسماء کو انگریزی شکل دیتے وقت اس اصول کی خلاف ورزی کیوں روا رکھی گئی؟

(۹) لفظ 'غزالی' کا تلفظ علماء کے ہاں 'غَزالی' یا 'غَزّالی' ہے۔ مترجم کو شاید یہ معلوم نہیں۔ اس نے لام پر شدّ سمجھتے ہوئے اسے Ghazalli لکھا ہے۔ حالانکہ اسے Ghazali یا Ghazzali لکھنا چاہیے۔

(۱۰) حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ ایک دعائیہ جملہ 'کَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهُ الكريم' لکھا بولا جاتا ہے۔ لگتا ہے کہ مترجم کی عربی بہت ہی کمزور ہے جبھی تو اس جملے کو وجہ الکریم سمجھا اور Karam Allahu wajh al-Karim (ص22) لکھ دیا حالانکہ اسے Karrama Allahu wajhahu al-Karim لکھنا چاہیے تھا۔

(۱۱) مترجم نے پوری کتاب میں روافض اور رافضی کو Rawafidh، Rafidhi کے الفاظ سے لکھا ہے۔ ان کا یہی رویہ قاضی کو Qadhi لکھنے سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ معاصر علماء کے ہاں حرف ض کو d سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ dh حرف 'ذ' کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ (مثلاً دیکھئے: مکتوبات مسعودی، ۲۰۰۵، ص185؛ ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد کا سہ ماہی علمی مجلہ Islamic Studies)۔ عبدالماجد دریا بادی نے اپنی انگریزی تفسیر کے آغاز میں حرف 'ض' کے لیے dh ہی تجویز کیا لیکن اب یہ اہل علم کے ہاں متروک ہے اور اسے d سے ہی ظاہر کیا جاتا ہے۔

(۱۲) اردو 'ردالرفضۃ' کے اختتامی صفحات میں شیعہ مفتیوں کے چار فتوے نقل کیے گئے ہیں۔ پہلے دو فتووں کو پڑھنے سے علم ہوتا ہے کہ یہ 'میر آغا' نامی شیعہ مفتی کے ہیں۔ مترجم نے دونوں جگہوں پر اس نام کو انگریزی میں Meer Asha لکھا ہے۔ عدم توجہی اور غفلت سے ترجمہ کرنے کا یہ بالکل عجیب انداز ہے۔

(۱۳) مسلمانوں کے کلامی فرقوں میں جَھْمِيَّة اور قَدَرِيَة بھی تھے۔ اصل کتاب میں ان کا تذکرہ جہمی اور قدری کے الفاظ سے ہوا ہے۔ چونکہ مترجم صاحب عربی سے ناواقف تھے اس لئے انہوں نے انگریزی میں انہیں Jahimiyyah اور Qidriyyah لکھ دیا ہے حالانکہ درست Jahmiyyah اور Qadariyyah لکھنا ہے۔ یہی سلوک انہوں نے فرقہ کَرّامِيَّه کے نام کے ساتھ کیا ہے۔ اسے انہوں نے Karmatiyyah (ص45) لکھا ہے۔

(۱۴) اردو زبان کا ایک لفظ کافر ہے جو عربی سے آیا ہے۔ اسے مترجم نے پوری کتاب میں Kaffir لکھا ہے۔ اسے ڈبل f سے لکھنا درست نہیں کیونکہ Longman Dictionary of Contemporary English کے مطابق kaffir کا معنی a black African 'ایک کالا افریقی' ہے۔ Oxford ڈکشنری میں اگرچہ Kaffir کے وہی معنی بتائے گئے ہیں جو اسلامی ادب

میں لفظ کافر بمعنی غیر مسلم ہیں لیکن اس سے اصل تلفظ بگڑ جاتا ہے۔ کافر کو Kafir لکھنا ہی ٹھیک ہے یا اس کا انگریزی ترجمہ 'unbeliever, infidel' میں سے کوئی لکھنا چاہیے تھا۔

(۱۵) ایک لفظ جس کا درست تلفظ 'تبرّا' ہے جس سے 'تبرّائی' بنتا ہے۔ انہیں مترجم نے 'Tabara' اور 'Tabarai' لکھا ہے۔ یہ درست نہیں ہے انہیں 'Tabarra' اور 'Tabarrai' لکھنا چاہیے تھا تا کہ قاری کو علم ہو کہ انہیں شد سے پڑھنا ہے۔

(۱۶) ایک بہت بڑی غلطی قرآنی اصطلاح 'آیت' کو انگریزی میں verse (ص40، 43) لکھنا بولنا ہے۔ جو صرف رَدّ الرفضۃ کے مترجم کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ کئی مصنفین اس غلطی کا اکثر شکار ہوتے ہیں۔ انگریزی زبان میں اس کے معانی ہیں: شعر، نظم، ایک بند یا ہم وزن مصرعوں کا مجموعہ، شاعری کا ایک ٹکڑا، بائبل کی عبارت کا ایک ٹکڑا وغیرہ۔ اگر چہ اب کچھ English into Urdu لغت نویسوں نے اس لفظ کے معانی میں آیت بھی شامل کر دیا ہے لیکن ان کا یہ اقدام درست نہیں۔ یہ ان کی اس دینی اصطلاح کی روح کو نہ سمجھنے کی بناء پہ ہوا ہے جس کا اتباع علماء کو نہیں کرنا چاہیے۔ آکسفورڈ انگریزی ڈکشنریوں جیسی لغات میں ایسا نہیں۔ آیت کی بجائے verse کو اپنا لینے سے اب مصیبت یہ بن گئی ہے کہ قرآن پر کفار کا وہ اعتراض جسے خود اللہ تعالیٰ نے دفع کرنے کے لیے ارشاد فرمایا: وما هو بقول شاعر (الحاقۃ:۴۱) مسلمان نا سمجھی میں قرآن کی آیات کو لفظ verse کے استعمال کے ذریعے شاعری مان رہے ہیں اور اس غلطی کو اردو لغت نویس حضرات انگریزی لفظ verse کے معانی میں آیت بھی لکھ کر لوگوں کی گمراہی کو پکا کر رہے ہیں۔

یہ انگریزی لفظ اگر چہ موجودہ توراۃ اور انجیل کی عبارت کے لیے بھی بولا جاتا ہے لیکن ایک بار میں نے تلاش کیا تو خود بائبل کے انگریزی متن میں یہ نہیں ملا۔ اسے بائبل کے لیے استعمال کرنا تو درست ہے کیونکہ خود عیسائی بھی بائبل کی عبارات کے لیے اسے استعمال کرتے ہیں، اور دوسرا یہ کہ بائبل میں شاعری بھی ہے۔ لیکن قرآن کی آیات اور عبارات کے لیے اس کا استعمال بالکل خطرناک رجحان ہے۔ قارئین چاہیں تو ایک ٹیسٹ کر لیں۔ مثلاً وہ 'انگریزی۔اردو' نہیں بلکہ خود انگریز لغت نویسوں کی اپنے ہاتھوں لکھی English into English لغات میں سے verse کے معانی جمع کریں اور لفظ آیت کے معانی عربی لغات سے بھی جمع کریں۔ پھر ان کا باہم موازنہ کریں اور یہ دیکھیں کہ کیا ان دونوں اصطلاحات کے معانی میں ہم آہنگی ہے؟ اگر یہ مطالعہ محتاط بنیادوں پر ہوا تو جواب نفی میں ملے گا۔ اس لئے گذارش ہے کہ آئندہ سے قرآنی آیات کے لیے لفظ verse کا استعمال کلیۃً ترک کر دیا جائے۔ اگر غور کریں گے تو یہی سبق ہمیں 'لاتقولوا راعنا' (البقرۃ:۱۰۴) کے حکم کی حکمت سے سمجھ آ سکتا ہے۔

(۱۷) مترجم نے ایک جگہ Necharis (ص56) لکھا ہے۔ انہوں نے اسے لفظ 'نیچریہ' کے لئے لکھا ہے۔ غالباً انہیں علم نہیں کہ نیچریہ کون ہوتے ہیں ورنہ وہ اس گمراہ کن لفظ Necharis کی بجائے Naturalist لکھتے۔

فقہی ادب سے عدم واقفیت:

غلطیوں کی ایک قسم اسلامی فقہی ادب سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔ اس کی یہ مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

(۱۸) کتاب السِّیَر کو ایک جگہ Kitab al-Sair لکھا ہے اور یہ غلط ہے دوسری جگہ (ص31) Kitab al-Siyar لکھا ہے اور یہ درست ہے۔ ساتھ ہی یہ رویہ یکسوئی کے فقدان اور غیر مستقل مزاجی کا آئینہ دار ہے۔

(۱۹) فقہ کی ایک بہت مشہور کتاب کا درست نام 'الدُّر المختار' ہے۔ بعض حضرات اردو میں غلطی سے اسے درالمختار لکھا کرتے ہیں۔ اردو میں بھی اسے درست لکھنا چاہیے اور انگریزی میں ترجمہ کرتے وقت بھی اصل کا لحاظ رکھنا بہت ضروری ہے۔ مترجم نے اسے Durr

al-Mukhtar لکھا ہے حالانکہ اسے ad-Dur al-Mukhtar لکھنا چاہیے تھا۔ یہی رویہ انہوں نے ایک کتاب 'البحر الرائق' کے ساتھ اختیار کیا ہے۔ اس کا نام انہوں نے Bahr al-Raique لکھا ہے جبکہ صواب al-Bahr ar-Ra'ique ہے۔ یہی بات 'اَلْعُقُوْدُ الدُّرِّیَّة' نامی کتاب کے بارے میں ہے جسے انہوں نے al-'Uqood ad-Durriyyah کی بجائے Uqood al-Dariyyah لکھ دیا ہے جس میں الف لام اور درست تلفظ دونوں کی چھٹی ہوگئی۔

(۲۰) ایک کتاب کا نام مُلْتَقَی الابُحُر ہے انگریزی میں اسے Multaqa al-Abhur لکھنا چاہیے مگر مترجم نے اسے Multaqi al-Abhar لکھ دیا ہے جس میں دونوں الفاظ کا تلفظ غلط کر دیا ہے۔

(۲۱) حدیث وفقہ کی کتب کی بہتر فہم کے لیے معاون توضیحی نوٹس لکھنا علماء کرام کی عادت ہے جسے شَرح کہا جاتا ہے شَرَح نہیں۔ لگتا ہے مترجم کو اس لفظ کا درست تلفظ معلوم نہیں اسلئے انہوں نے Sharah لکھا ہے۔ پہلی بات یہ کہ جب انہوں نے اس کے لیے commentary لکھ دیا تھا تو Sharah لکھنے کی ضرورت نہیں تھی اور اگر ان کے خیال میں ایسا کرنا ضروری تھا تو پھر انہیں Sharh لکھنا چاہیے تھا۔

(۲۲) ایک کتاب کا نام 'فَتحُ الْقَدِیْر' ہے۔ عربی سے عدم واقفیت کی وجہ سے مترجم فَتَح سمجھا اور پھر اسے Fatch لکھ دیا ہے۔ اسی طرح انہوں نے 'تیسیرُ المقاصِد' کے لفظ المقاصد کو بھی al-Maqasad غلط لکھا ہے حالانکہ al-Maqasid لکھنا درست ہے۔

(۲۳) شیخ زین الدین بن ابراہیم ابن نجیم (۹۲۶۔۹۷۰ھ) کی فقہ پر ایک کتاب کا نام 'اَلأشْبَاہ والنَّظَائِر' ہے۔ مترجم نے اسے اشباہ و النظائر سمجھا۔ اسی لئے انگریزی میں Asabah (ص24، 34، 36) لکھ دیا۔

(۲۴) متاخرین فقہاء میں سے ایک کا نام شیخ الاسلام محمد بن عبداللہ ہیں جن کے نام کے ساتھ تُمُرتاشِی بھی آتا ہے۔ مترجم نے Tumurtashi کی بجائے اسے Jannartash (ص36) لکھ دیا ہے۔ اس انداز ترجمہ سے تو جہالت ہی کو فروغ ملے گا۔

(۲۵) واجب کو Wajid (ص38) لکھا گیا ہے۔ اگر یہ پروف ریڈنگ کی غلطی ہے تو اتنی بے توجہی روا رکھنے کا جواز بیان کرنا ضروری ہے۔

(۲۶) ردالرفضۃ میں فقہ کی ایک کتاب 'فَوَاتِحُ الرَّحَمُوت شرح مُسَلَّمُ الثُّبوت' کا ذکر بھی ہے۔ مترجم نے فَوَاتِحُ الرَّحَمُوت کا نام یوں لکھا ہیں: Fatawa al-Ramoot۔ فواتح کو Fatawa اور الرحموت کو al-Ramoot لکھنا کم علمی ہے یا بے توجہی ہے؟ اسی طرح انہوں نے مُسَلَّمُ الثُّبُوت کو Muslimus-Suboot (ص44) لکھا ہے حالانکہ اسے Musallam as-Suboot لکھنا درست ہے۔

(۲۷) ایک اور کتاب کا نام 'کتاب الروضۃ' ہے اسے مترجم نے Kitab al-Randha (ص45) لکھا ہے۔ یہ ترجمہ تو بالکل گمراہ کن ہے۔

(۲۸) اس رسالے میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی ایک کتاب 'مقامع الحدید علی خد المنطق الجدید' کا بھی ذکر ہے۔ مترجم نے اسے یوں لکھا ہے: Maqam al-Hadeed ala Khaddil Mantiq al-Hadeed (ص53)۔ حالانکہ اسے Maqami' al-Hadeed 'la Khed al-Mantiq al-Jadeed لکھنا چاہیے تھا۔

(۲۹) اسی رسالے میں ایک جگہ توراۃ اور انجیل کا بھی ذکر ہے۔ مترجم نے توراۃ کو تو Torah درست لکھا ہے لیکن انجیل کے بدلے Bible (ص56) لکھا ہے۔ عدم واقفیت کی وجہ سے یہ گمراہ

کن ترجمانی ہے۔ اسے Injeel ہی لکھیں یا زیادہ سے زیادہ Gospel لکھنا چاہیے کیونکہ موجودہ انجیل تو Bible کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے جسے خود عیسائی مجموعی طور پر نیا عہد نامہ یا New Testament کہتے ہیں جس کے آغاز میں چار انجیلیں متی، لوقا، مرقس اور یوحنا ہیں جنہیں تقریباً ۷۰ متناقض انجیلوں سے منتخب کیا گیا تھا۔ اگر انہوں نے اس انجیل کو Bible لکھا جس کا ذکر قرآن میں ہے تو یہ بہت بڑی جہالت ہے۔ یہ تو عیسائیوں نے اپنے ہاتھوں سے لکھے مجموعۂ رسائل کو خود دیا ہے۔ مسلمانوں کو ان کی اتباع کیوں؟

اپنی طرف سے اضافے (تحریف):

مترجم نے کئی جگہوں پر اپنی طرف سے اضافے کیے ہیں۔ یہ کرنا مترجم کا حق نہیں لیکن اگر ایسا کرنا ضروری ہو تو اس کے لیے فٹ نوٹ استعمال کرنے چاہئیں۔ درج ذیل میں اس قسم کی چند ایک مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

(۳۰) ردالرفضۃ کے آغاز ہی میں پوچھے گئے مسئلہ کا آخری جملہ یہ ہے: ''اس صورت میں وہ مستحق ارث ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔'' اب ان تیرہ الفاظ پر مشتمل ایک اردو اور ایک عربی جملے کا انگریزی ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔ وہ لکھتے ہیں:

In such situations. do they deserve and do they have any right to claim from the inheritance from the Sunni Sayyid lady's property and wealth or not?

Kindly reply with detailed references from the Holy Qur'an. Hadith of the Holy Prophet Hazrat Muhammad Mustafa (Sall Allahu Alaihi wa Sallam). Sahabah. Mujtahid Imams. Sufis. and through other authentic Islamic Fiqh (Shariah Law) books. May Allah Ta'ala reward you for your endeavours and efforts for the sake of His Beloved. the Last and the Holy Prophet Hazrat Muhammd Mustafa (Sall Allahu Alaihi wa Sallam) for benefiting the Muslims. in this World and in the Next World. Ameen!

جی ہاں یہ ساری لمبی چوڑی عبارت صرف تیرہ الفاظ کا ترجمہ ہے۔ اس سے جناب مترجم کے ترجمے کا 'معیار' اور 'حزم و احتیاط' معلوم کیے جا سکتے ہیں اور ساتھ ہی اصل مصنف علیہ الرحمۃ کی حقیقی عبارات کی ناقص نمائندگی کا گھٹیا انداز بھی معلوم کیا جا سکتا ہے۔

(۳۱) دوسری مثال ملاحظہ فرمائیے۔ عربی خطبہ کے بعد اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے اس مسئلے کا جواب اردو میں شروع فرمایا۔ پہلے پیراگراف کا نصف ثانی ان الفاظ پر مشتمل ہے: ''اگرچہ بنی عم نہیں خاص حقیقی بھائی بلکہ اس سے بھی قریب رشتے کے کہلاتے اگرچہ وہ عصوبت کے منکر نہ بھی ہوتے کہ اُن کی محرومی دینی اختلاف کے باعث ہے۔''

یہ دو جملے ہیں جو 'اگرچہ' کے لفظ سے شروع ہوتے ہیں۔ ان کا ترجمہ مترجم نے ان الفاظ میں لکھا ہے:

Actually they have no right. though they have any blood relation such as. they are father. Mother. brothers. or sisters. cousins. or have other closer or distance relations. They may also deny "Tabara". (Absue) but. still they are clearly disconnected from the Sayyid lineage on the basis of their religious opposition. (pp. 20-21)

پہلے جملے کے مرکزی نکتے 'قریب کے رشتے' اور دوسرے جملے کے مرکزی نکتے 'عصوبت کے منکر' کو ذہن میں رکھتے ہوئے اس ترجمہ پر غور فرمائیں کہ اردو عبارت کیا کہتی ہے اور انگریزی ترجمہ کیا؟ عصوبت کو تبرا سے بدلنے کی تحریف بھی پیشِ نظر رہے۔

(۳۲) 'ردالرفضۃ' کے اختتامی صفحات پر دو شیعہ مجتہدین کے فتوے نقل کیے ہیں۔ مترجم نے پہلے فتوے کے سوال کا ترجمہ مکمل کرتے ہوئے آخر میں یہ جملہ لکھا ہے:

Is he higher than the Holy Messenger Muhammad (Sall Allahu Alaihi wa Sallam) or not? (p. 48)

اگر آپ اصل اردو (مثلاً فتاوی رضویہ ج ۱۴، ص ۲۶۴) کو بنظر غائر ملاحظہ فرمائیں تو آپ کو اس کی متبادل کوئی اردو عبارت نظر نہیں آئے گی۔ یہ جناب مترجم کی اپنی جانب سے اضافہ کردہ عبارت ہے۔ یہ تحریف بالاضافہ ہے۔

(۳۳) مترجم نے جہاں پر "ردالرفضۃ" کا انگریزی ترجمہ ختم کیا ہے۔ وہاں اپنی طرف سے عبارت کا اضافہ بھی کیا ہے۔ درج ذیل عبارت کی متبادل اردو عبارت اصل کتاب میں بالکل نہیں ہے۔

All Praises be to Allah Ta'ala and most honourable Benediction and best Salutations upon the Holy Prophet Hazrat Muhammad Mustafa (Sall Allahu Alaihi wa Sallam) and his family, Sahabah, all Imams, Sufis, Ulama and the whole of the Ummah. Ameen!

And Allah Ta'ala guide us; and only Allah Ta'ala knows best.

حالانکہ انہیں اصل متن کی آخری عبارت "وباللہ التوفیق والله سبحنه وتعالٰى اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم" کا ہی یا تو ترجمہ کرنا چاہیے تھا یا اسی عربی عبارت کو نقل کر دینا چاہیے تھا۔ اور اگر اپنی طرف سے عبارت کا اضافہ کرنا ہی تھا تو انہیں ایسے انداز میں لکھنا چاہیے تھا جس سے یہ مصنف کی نہیں بلکہ مترجم کی عبارت معلوم ہوتی۔ اس انداز ترجمہ سے تو ان کا یہ سارا ترجمہ ہی مشکوک و غیر معتبر ہو جاتا ہے۔

انگریزی گرائمر کی غلطیاں:

جناب مترجم کی انگریزی بھی بہت کمزور اور ناقص ہے۔ اس سلسلے میں صرف تین مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

(۳۴) ... he who deny the Holy Qur'an ... (p. 44)

اس مثال میں Third person singular کے ساتھ فعل کی پہلی form کے استعمال پر غور کیجیے جسے چھٹی کلاس کا طالب علم بھی جانتا ہے۔

(۳۵) ... is himself is a Kaffir ... (p. 50) اس مثال میں is کے تکرار پر غور فرمائیے۔

(۳۶) ... are more superior than all ... (p. 47)

اس مثال میں superior سے پہلے more اور بعد میں than کے استعمال پر غور فرمائیے۔

اس سرسری سے جائزے میں تمام قسم کی اغلاط کا احاطہ نہیں کیا گیا۔ صرف نمونے کی مثالیں سامنے لائی گئی ہیں۔ رموز اوقاف (Punctuations) اور براہِ راست یا بالواسطہ طرزِ ادا (Direct and Indirect Narration) کی غلطیاں بہت زیادہ ہیں انہیں عمداً یہاں ذکر نہیں کیا گیا کیونکہ ان کے ذکر سے یہ تبصرہ بہت ہی طویل ہو جاتا۔

ترجمہ کا ایک بنیادی اور رہنما اُصول:

یہاں آخر میں خلاصہ کلام پیش کرنے سے پہلے اعلیٰ حضرت

علیہ الرحمۃ کا ایک بنیادی اصولِ ترجمہ پیش کر دینا بہت مناسب معلوم ہوتا ہے تاکہ آئندہ تمام مترجمین اسے ہمیشہ پیش نظر رکھیں اور معیاری تراجم عوام کے سامنے لاسکیں۔ آپ فرماتے ہیں: ''خصوصاً ترجمہ کہ وہ گویا متکلم کی طرف سے اُس کی زبان کا بیان ہوتا ہے، تو نہایت ضرور ہے کہ اس کی عظمت وشان ملحوظ رہے، وہ لفظ لکھے جائیں جو اُس کے کہنے کے ہوں''۔

(فتاویٰ رضویہ، ج۲۹، رضا فاؤنڈیشن، اشاعت اگست ۲۰۰۵ء، ص۶۰)

یعنی ترجمہ کرتے وقت دو بنیادی امور کا ہر لحاظ سے مترجم کے پیشِ نظر رہنا انتہائی ضروری ہیں۔ ایک تو یہ کہ اصل مصنف کی جو عظمت وشان ہے وہ برقرار رہے۔ اگر ترجمہ میں یہ عنصر مفقود ہو گیا تو مصنف کا حقیقی مقام ومرتبہ قارئین کی نظر میں کم ہو جائے گا جس کی وجہ اس کا پیغام بے اثر ہو جائے گا اور اس طرح اصل مقصد فوت ہو جائیگا۔ دوسرا یہ کہ اصل پیغام میں تحریف (بالحذف، بالاضافہ اور بالتبدیل) نہ ہو۔

آپ علیہ الرحمہ مزید فرماتے ہیں: ''اگر... صحیح ترجمہ کیا جائے اور طرزِ بیان بھی مقبول ومحمود ہو اور اپنی طرف سے کچھ اضافہ نہ ہو تو وہ گویا انہیں کتابوں کا وجود ثانی ہوگا''۔ (حوالہ مذکور)

آپ غور فرمائیں کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے 'صحتِ ترجمہ'، 'مقبول ومحمود طرزِ بیان' اور 'اپنی طرف سے عدم اضافہ' جیسی تین بنیادی واساسی چیزوں کے ذکر سے یہ واضح فرمایا ہے کہ صرف ایسی صورت ہی میں ترجمہ اصل کتاب کا وجود ثانی متصور ہوگا۔ بصورتِ دیگر وہ اصل کتاب کا وجود ثانی شمار کرنے کے لائق نہیں ہوگا۔

کاش کہ جناب مترجم اعلیٰ حضرت کے اس فرمان کو پیش نظر رکھتے تو یہ بیسیوں قسم کی غلطیاں ان سے شاید سرزد نہ ہوتیں اور عام قارئین ان کی گمراہ کن کاوش سے محفوظ رہتے۔

خلاصۂ کلام اور تجاویز:

ترجمہ کے جن پہلوؤں پر توجہ کی گئی اس کی روشنی میں درج ذیل نتائج بڑی آسانی سے سامنے آسکتے ہیں۔

۱۔ جناب مترجم اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی تصانیف کا انگریزی میں لائق اعتماد ترجمہ کرنے کے لائق نہیں۔

۲۔ اس کتاب اور اس سے پہلے جتنے انگریزی تراجم انہوں نے کیے ہیں سب ناقابل اعتبار اور مشکوک ہیں۔

۳۔ مترجم ہذا کی ترجمہ شدہ مزید کتب اس وقت تک شائع نہ کی جائیں جبتک وہ خود اعلیٰ حضرت کے مقرر کردہ معیار پر پورا اترنے والے تراجم نہ کریں۔

۴۔ جن چھ افراد نے اس ترجمے کی تیاری میں شرکت کی ہے انہوں نے مل کر بھی کوئی قابل اطمینان کام پیش نہیں کیا ہے۔ یا تو ان کی موجودہ تربیت اور صلاحیتیں معیاری کام کے تقاضے پورے کرنے سے قاصر ہیں یا پھر انہوں نے عدم دلچسپی اور بے توجہی سے کام لیا ہے۔

۵۔ مذکورہ اغلاط سے کتاب کو پاک کیے بغیر دوسرا ایڈیشن شائع نہیں کرنا چاہیے۔

۶۔ سٹاک میں موجود اس ترجمے (طبع 2005ء) کے باقی نسخوں کو فروخت کرنے کی بجائے ضائع کر دینا چاہیے تاکہ اعلیٰ حضرت کی غلط ترجمانی لوگوں تک نہ پہنچے۔

۷۔ خود اعلیٰ حضرت کے ارشاد کی روشنی میں یہ کتاب ان اغلاط اور خرابیوں کے سبب سے ''ردالرفضۃ'' کا وجود ثانی شمار نہیں کی جاسکتی۔

۸۔ قارئین اس ترجمے کو مت خریدیں تاکہ غلط ترجمانی کے گمراہ کن اثرات سے بچے رہیں۔

۹۔ کتاب کا کسی اہل مترجم سے از سرِ نو ترجمہ کرانا ہی بہتر ہوگا۔

واللہ اعلم بالصواب

اپنے دیس ـ ـ ـ ـ بنگلہ دیس میں

فروغِ رضویات کا سفر

۲۷/ویں قسط

صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری

رات ۱۱ بجے کے قریب ڈھاکہ میں اسد گیٹ کے اسٹینڈ پر اترے وہاں سے سائیکل رکشہ کر کے ڈاکٹر صاحب کے دوست حافظ خلیل الرحمٰن صاحب کے گھر ناظم الدین روڈ پہنچے۔ حافظ صاحب کا گھر دوسری منزل پر لب سڑک ہے۔ ہم اسی کمرے میں ٹھہرے جس میں کراچی سے ڈھاکہ آتے وقت ٹھہرے تھے۔ پھر چٹا گانگ سے دیناجپور واپسی پر کچھ دیر کیلئے رکے تھے اور اپنا سامان یہاں چھوڑا تھا۔ حافظ خلیل الرحمٰن صاحب بڑے وضع دار آدمی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب سے بہت محبت کرتے ہیں ہماری بڑی آؤ بھگت کی اور زبردستی رات کا کھانا کھلایا حالانکہ ہم لوگ راستے میں کھا چکے تھے۔

۷/ جولائی ڈھاکہ میں قیام کا آخری دن تھا۔ ہم دونوں نے تمام اہم حضرات سے ملاقات کا پروگرام بنایا۔ فجر کی نماز کے بعد ہی نکلنے کا پروگرام تھا لیکن اتنے سویرے نہ لوگ گھر پر ملتے اور نہ کاروباری مراکز کھلے ہوئے ہوتے ہیں چنانچہ نماز فجر کے بعد ہم لوگوں نے کچھ دیر آرام کیا۔ آٹھ بجے کے قریب حافظ خلیل الرحمٰن صاحب اور ان کے صاحبزادے (نام یاد نہیں رہا) نہایت پرتکلف ناشتہ لیکر اپنے کمرے سے آگئے۔ ناشتہ سے فراغت کے بعد ہم لوگ نہائے دھوئے اور لباس تبدیل کر کے نیچے اترے۔ قریب ہی ناظم الدین روڈ پر ڈھاکہ کا مشہور پرانا جیل ہے۔ اس کے آگے مولوی بازار کا مشہور ہول سیل بازار ہے۔ یہاں علامہ ڈاکٹر سید ارشاد احمد بخاری صاحب کے دو بہت پرانے محب اور دوست ہیں۔ ایک حاجی محمد علی بھٹو صاحب (پروپرائٹر مسرز لکی ٹریڈنگ ایجنسی) مرید حضرت تاج الشریعہ علامہ مولانا مفتی اختر رضا خاں الازھری مدظلہ العالی (یہ سندھی نہیں بلکہ یوپی، بلیا سے تعلق رکھتے ہیں ان کے والد نے پاکستان کے سابق وزیر خارجہ و وزیر اعظم کی شخصیت سے متاثر ہو کر ان کے نام کے آگے بھٹو لگایا تھا اور اب وہ اسی عرفیت سے معروف ہیں۔ برادری کے اعتبار سے یہ عراقی تیل کشید کرنے والے ہیں)۔ دوسرے حاجی امین میمن صاحب (نواسہ حضرت مولانا محمود جان جام جودھپوری، علیہ الرحمۃ والرضوان) پروپرائیٹر بغداد انٹرنیشنل (امپورٹر اکسپورٹر اینڈ کمیشن ایجنٹ)۔

نکلنے سے قبل ڈاکٹر ارشاد صاحب نے دونوں سے ٹیلیفون پر گفتگو کی اور فقیر کے تعارف کے ساتھ ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا۔ دونوں حضرات نے ملاقات کے اشتیاق کا اظہار کیا اور کہا کہ آپ حضرات قریب ہی ہیں لہذا پہلے آپ بھٹو صاحب کے آفس آجائیں وہاں سے پھر حاجی امین صاحب کے پاس آجائیں۔

جناب حافظ خلیل الرحمٰن کے فلیٹ سے اتر کر ہم بمشکل دس قدم ہی گئے ہوں گے کہ تیز بارش نے ہم کو آلیا۔ ناظم الدین روڈ کی تنگ شاہراہ پر سائیکل رکشوں، سامان سے بھری ہوئی ہاتھ سے کھینچی جانے والی ٹرالیوں، اسکوٹروں، موٹر سائیکلوں، کاروں، موٹر رکشاؤں کا کاروباری اور دفتری اوقات میں اس قدر اژدھام ہوتا ہے کہ پیدل چلنا دشوار ہو جاتا ہے۔ ہم نے بارش سے بچنے کی خاطر سائیکل رکشا تلاش کیا لیکن خالی رکشا ملنا بھی اس وقت مشکل نظر آیا۔ بہر حال خدا خدا کر کے ایک رکشا ملا۔ ہم دونوں (راقم اور علامہ ڈاکٹر سید ارشاد بخاری) سوار ہوئے۔ بڑی مشکل سے سو گز دور گئے ہوں گے کہ ٹریفک جام ہو گیا۔ کافی دیر کھڑے کھڑے گزر گئی۔ علامہ بخاری صاحب نے تجویز دی کہ ہم لوگ پیدل اتر کر چل پڑیں تو جلد حاجی بھٹو صاحب کے دفتر پہنچ جائیں گے۔ رکشہ ٹریفک میں پھنس چکا ہے، اگر نکلا بھی تو رفتار چیونٹی کی سی ہوگی۔ بخاری صاحب نے موبائیل پر جناب محمد علی بھٹو صاحب سے بات کی کہ کسی کو چھتری لے کر بھیج دیں،

ہم فلاں جگہ پر رکشہ میں ہیں تا کہ صاحبزادہ وجاہت رسول قادری صاحب کو بارش کے پانی سے کسی حد تک بچا کر آپ کے دفتر تک لے آئیں۔ بھٹو صاحب کا ایک ملازم چھتری کے ساتھ آیا پھر ہم اس چھتری کے سائے میں پندرہ منٹ کے اندر بھٹو صاحب کے دفتر مولوی بازار آ گئے۔ مولوی بازار کی گلیاں ایسی ہی ہیں جیسے کراچی کے تھوک بازار جوڑیا بازار کی تنگ گلیاں۔ اسی میں ٹھیلے والے مال بردار آ رہے ہیں، اسی میں سامان لدے ہوئے ٹرک بھی آ جا رہے ہیں، رکشہ اور اسکوٹر بھی آ جا رہے ہیں۔ بنگلہ دیش میں موسمِ باراں کے دوران بھی کاروبارِ زندگی رواں دواں ہوتا ہے۔ سڑک پر ٹریفک چلتا رہتا ہے، پا پیادہ لوگ چھتری اور برساتی کوٹ استعمال کرتے ہیں۔ سائیکل رکشہ والے سواریوں کے لئے رکشہ کے ہڈ پر پلاسٹک کی چادر ڈال دیتے ہیں۔ تمام سرکاری، غیر سرکاری، نجی اور کاروباری دفاتر، دکانیں کھلی ہوتی ہیں، اسکولز، کالجز، یونیورسٹیز میں تعلیم جاری رہتی ہے سوائے اس کے کہ طوفانی بارش یا سیلاب وغیرہ کی صورت میں اسکول، کالج وغیرہ بند ہو جاتے ہیں۔ یہاں موسمِ باراں ۱۵؍اپریل سے ستمبر کے آخر تک جب تک مون سون چلتی ہے، رہتا ہے۔ شمالی بنگلہ دیش جو دارجلنگ پہاڑی سلسلہ کے ترائی میں واقع ہے، وہاں موسم سرما [illegible] تی ہے۔ وہاں کا موسم سردیوں میں اسلام آباد (پاکستان) جیسا سرد ترین ہوتا ہے۔

بہرحال آدھے بھیگتے آدھے بچتے ہم لوگ بھٹو صاحب کے دفتر پہنچ گئے۔ انہوں نے پُرتپاک انداز میں ہم دونوں کا خیر مقدم کیا اور اپنے قریب کرسی پر بٹھایا، چائے، بسکٹ، پیٹیس وغیرہ سے انہوں نے ہماری تواضع کی۔ اپنے کاروباری معاملات میں ان کی مشغولیت دیکھ کر اندازہ ہوا کہ ان کا کاروبار ماشاء اللہ کس قدر پھیلا ہوا ہے۔ اپنی مصروفیات کے دوران بھی وہ راقم سے حال احوال وقتاً فوقتاً پوچھتے رہے۔ ادارے کے بارے میں بھی گفتگو ہوتی رہی۔ کبھی کبھی ڈاکٹر بخاری صاحب سے بھی مخاطب ہوتے۔ حاجی بھٹو صاحب شریف النفس انسان ہیں، دھیمے لہجے میں گفتگو کرتے ہیں۔ انہوں نے بخاری صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ حضرت صاحب اس سفر میں دوبار ڈھاکہ آئے لیکن میرے یہاں قیام نہیں کیا۔ اس بار آپ لوگ میرے گھر پر قیام کریں اور کم از کم دو تین دن ٹھہریں۔ جناب بخاری صاحب نے راقم سے کہا کہ حاجی بھٹو صاحب مخلص آدمی ہیں، آپ ان کی دعوت قبول فرما لیں۔ راقم نے حامی بھر لی لیکن ان سے کہا کہ صرف آج کا دن ہے، کل ۸؍جولائی کو واپسی کی فلائٹ ہے، مزید اس لئے نہیں رک سکتا کہ ویزا بھی کل ختم ہو رہا ہے۔ بنگلہ دیش کے عام سیاسی اور کاروباری حالات پر بھی گفتگو ہوئی۔ انہوں نے بتایا کہ سیاسی اعتبار سے بنگلہ دیش میں لوگ بہت بیدار ہیں، میڈیا بھی آزاد ہے لیکن اس بیداری اور آزادی کا سیاسی جماعتوں کی طرف سے بعض اوقات ناجائز استعمال معاشی اور کاروباری ترقی کو سمتِ معکوس لے جاتا ہے اور اس سے ملک وقوم کا خاصا نقصان ہوتا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ یہاں کی مارکیٹ پر ہندوستان چھایا ہوا ہے اور ایک اندازے کے مطابق ڈیڑھ بلین ڈالر سے بھی زیادہ اس کا حجم ہے۔ پاکستانی اشیاء بہت کم ہیں ۱؎

گذشتہ چند برسوں (چھ، سات سال) میں بنگلہ دیش کی معاشی ترقی کی رفتار خاصی بڑھی ہے، صنعتی ترقی ہوئی ہے۔ اس کے چار بڑے عنصر ہیں۔

(۱) باہر سے ترسیلِ زر خصوصاً بیرونِ ملک میں رہنے والے بنگالیوں کی طرف سے رقوم بھیجنے میں اضافہ ہوا ہے جو ایک محتاط اندازے کے مطابق تین بلین ڈالر سالانہ ہے ۲؎

(۲) گارمنٹس انڈسٹری اور اس کی برآمد میں اضافہ ہوا ہے۔

(۳) غیر حکومتی اداروں (NGO's) کی طرف سے دیہات کی سطح پر خود انحصاری کی مختلف اسکیموں کی کامیابی کی وجہ سے دیہاتی علاقوں میں فیصد آمدنی اور روزگار میں اضافہ ہوا ہے اور

(۴) تعلیم وخواندگی کی رفتار میں اضافہ کے ساتھ ساتھ آبادی کے اضافہ کی رفتار میں کمی واقع ہوئی۔ لیکن بایں ہمہ رفتارِ ترقی غربت میں بھی بلاشبہ اضافہ ہوا ہے۔

بارش جاری تھی۔ ڈاکٹر بخاری صاحب نے حاجی بھٹو صاحب سے کہا کہ حاجی امین صاحب کا دفتر قریب میں ہے، ذرا انہیں فون کردیں کہ صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری صاحب، صدر ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا، کراچی سے تشریف لائے ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر بخاری صاحب کے ساتھ آپ سے ملاقات کے لئے آرہے ہیں۔ فون کے بعد حاجی بھٹو صاحب نے اپنا ایک آدمی مع چھتری کے ساتھ کردیا کہ بارش میں ہم لوگ بالکل بھیگ نہ جائیں، ساتھ ہی یہ بھی تاکید کردی کہ واپس یہیں آجائیں، شام کو ساتھ گھر جائیں گے۔ حاجی امین صاحب کا دفتر تک بمشکل پانچ منٹ کے پیدل فاصلہ پر ہے "بغداد امپورٹر ایکسپورٹر اینڈ کمیشن ایجنٹ" کے نام سے ان کا کاروبار ہے۔ جب ہم لوگ دفتر پہنچے تو ان کے سیکریٹری نے ہمارا استقبال کیا اور کہا آپ حضرات تشریف رکھیں، ابھی وہ قریب میں ایک صاحب سے ملنے گئے ہیں، جلد آجائیں گے جب تک آپ لوگ چائے پئیں۔ تھوڑی ہی دیر میں حاجی امین صاحب تشریف لے آئے۔ ڈاکٹر بخاری صاحب نے شاندار الفاظ میں راقم کا تعارف کرایا۔ اللہ عزوجل انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ حاجی صاحب اس تعارف کے بعد بڑی گرم جوشی سے ملے۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا محدثِ بریلوی علیہ الرحمۃ کا ذکر چھڑ گیا۔ حاجی صاحب خود علمی گھرانے کے چشم و چراغ ہیں۔ ان کا تعلق ہندوستان کے شہر جام جودھپور، ضلع کاٹھیاواڑ، صوبۂ گجرات سے ہے۔ متصلب سنی ہیں، ان کے والد صاحب اور بڑے بھائی حاجی غلام مصطفیٰ صاحب کی اہلِ سنت کی تصنیفات کی نشر و اشاعت میں بڑی خدمات ہیں۔ بنگلہ زبان میں مولانا عبدالمنان صاحب مدظلہ العالی کے کنزالایمان کے ترجمہ کے آپ ہی محرک تھے۔ حاجی امین صاحب نے جب دورانِ گفتگو یہ بتایا کہ وہ خلیفۂ اعلیٰ حضرت حضرت علامہ مولانا جان محمود پشاوری ثم جام جودھپوری قدس سرہٗ کے نواسے ہیں تو فقیر نے فرطِ مسرت و محبت سے انہیں اٹھ کر گلے لگایا۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ حضرت مولانا محمود جان قدس سرہ کی لکھی ہوئی منظوم سوانح حیات "ذکرِ رضا اور ان کی تصنیف" "ایضاحِ سنت" ان کے پاس انڈیا میں محفوظ ہے۔ حضرت علامہ محمود جان جام جودھپوری علیہ الرحمۃ کے متعلق اپنی میمنی اردو انہوں نے میں جو کچھ بتایا فقیر اس کو علامہ کوکب نورانی حفظہ اللہ الباری کی زبان میں پیش کرتا ہے۔

"حضرت مولانا محمود جان ابن حافظ غلام رسول علیہما الرحمۃ کی ولادت قبیلہ افغانی میر ملک زئی "مردان" (صوبہ سرحد) میں ہوئی۔ ۱۸۳۵ء سنِ ولادت بتایا جاتا ہے (یہ ایک اندازہ ہے)۔ علمی اور دینی گھرانے کے اس ہونہار نے حصولِ علم کے لئے خوب محنت کی۔ دارالعلوم امینیہ دہلی میں متداول نصابی علوم کی تحصیل مکمل کر کے خود کو تبلیغ و تدریس کے لئے وقف کردیا۔ قریہ قریہ پھرتے کاٹھیاواڑ کے علاقہ "جام جودھ پور" پہنچے اور وہیں کے ہو رہے۔ اسی بستی میں بس گئے۔

حضرت مولانا محمود جان کا آبائی ورثہ ہی تعلیم و تعلم تھا، دین و ملت کی خدمت سے شغف ہی ان کی زندگی تھا، وہ سیکھا اور جمع کیا ہوا علم بانٹنے اور پھیلانے میں منہمک ہوگئے، پر انہیں کسی کی تلاش تھی۔ کسی مسیحا نفس، خضرِ راہ کی تلاش، وہ خود کو کسی کے سپرد کرنا چاہتے تھے تاکہ سفر آسان اور منزل کا ملنا یقینی ہوجائے۔ وہ اپنا پڑھا ہوا کسی میں دیکھنا چاہتے تھے۔ یقین کی سرحدیں قلبی طمانینت سے وابستہ بتائی جاتی ہیں۔ علم کے ساتھ حکمت (پختہ علم اور دانائی) نہ ہو تو الجھنیں ختم نہیں ہوتیں۔

مرشدِ کامل تک رسائی کیسے ہو؟ مولانا کو بس سراپا طلب ہوجانے کی دیر تھی، انہیں مدعا مل گیا۔ پٹنہ (بہار) سے شائع ہونے والا رسالہ "تحفہ حنفیہ" انہیں جام جودھ پور (گجرات) میں نظر آیا۔ اعلیٰ حضرت مجدّد بریلوی علیہ الرحمۃ کی تحریریں اس رسالہ کی زینت ہوتی تھیں۔ مولانا محمود جان کو ان تحریروں میں لفظوں کے اندر کی دنیا بھی نظر آنے لگی۔ روشنی سے ناتا جوڑنے ہی میں عافیت ممکن ہے۔ اندھیرے کبھی درماں نہیں ہوتے۔ مولانا محمود جان کو تو یوں کہیے کہ پَر لگ گئے، انہیں نشانِ منزل اور راہ نما مل گیا۔ قدرت کی اس مہربانی پر وہ جھومتے خراماں خراماں بریلی پہنچ گئے۔ اعلیٰ حضرت کو دیکھا اور
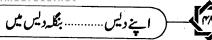
دیکھتے ہی رہ گئے۔ زیادہ وقت نہیں گزرا کہ ساقیٔ بحرِ شریعت وطریقت نے نگاہِ دل نواز سے جامِ بیعت ہی سے شاد کام نہیں کیا بلکہ چار سلاسلِ طریقت قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ کی خلافت و اجازت سے بھی سرفراز فرمایا۔ خود ان کا بیان ہے ''مدت دراز کی تمنا بر آئی۔ سالہا سال سے جو خواہش اور آرزو تھی اس سے بڑھ کر پروردگار عالم جل شانہٗ نے نعمت عطا فرمائی''۔

بوقتِ رخصت انہیں اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی علیہ الرحمۃ نے اپنا پہنا ہوا پورا لباس بھی عطا فرمایا چونکہ چار سلسلوں کی خلافت عطا فرمائی تھی لہٰذا لباس میں بھی چار ہی چیزیں عطا کی گئیں۔ اس انعام و اکرام پر شاداں وفرحاں واپس آئے اور ایک نئے ولولے سے دین و ملت کی خدمت میں مشغول ہو گئے۔

مولانا محمود جان کا پہلا نکاح جام جودھ پور کی جامع مسجد کے امام عبداللہ صاحب کی دختر سے ہوا۔ اس خاتون سے تین اولادیں ہوئیں۔ ایک بیٹا دو بیٹیاں۔ بیٹے کا نام غلام مصطفیٰ رکھا۔ یہ عالمِ دین بنے اور پندرہ برس تک جنوبی افریقہ کے دوسرے بڑے شہر ڈربن کی سب سے بڑی مسجد (جمعہ مسجد، گرے اسٹریٹ) کی امامت وخطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔

پہلی اہلیہ کے انتقال کے بعد دوسرا نکاح کیا، اس خاتون سے بھی تین اولادیں ہوئی۔ ایک فرزند اور دو دختران۔ اس فرزند کا نام غلام مجتبیٰ رکھا۔ یہ بھی عالمِ دین ہوئے اور ملاوی کے شہر لمبی (Limbi) میں امام وخطیب رہے۔

دوسری اہلیہ کے انتقال کے بعد ۸۰ برس کی عمر میں تیسرا نکاح کیا۔ اس خاتون سے نو اولادیں ہوئیں۔ دو بیٹے اور سات بیٹیاں۔ ایک فرزند کا نام اپنے مرشدِ گرامی کے نام پر ''احمد رضا'' رکھا مگر اسے ''حضرت صاحب'' کہا کرتے۔ دوسرے فرزندگ کا نام احمد جان رکھا۔ سات بیٹیوں میں سے دو بقیدِ حیات ہیں، ایک بیٹی کا وصال اسی سال ماہِ صیام کے جمعۃ الوداع کے دن ہوا۔ نمازِ عصر کے بعد مصلے ہی پر تھیں، اپنے شوہر مولانا قاری احمد رضا کو گواہ بنا کر ''کلمۂ طیبہ'' پڑھا اور کہا، میں جا رہی ہوں، بہت نیک اور عابدہ زاہدہ خاتون تھیں، ۷۰ برس عمر پائی۔ مولانا محمود جان کی اولاد کا سلسلہ امریکہ، افریقہ، یورپ، بنگلا دیش، پاکستان اور ہندوستان میں پھیلا ہوا ہے۔

حضرت مولانا محمود جان نے اجازت وخلافت کے باوجود کسی کو داخلِ بیعت نہیں کیا، نہ ہی کسی کو خلافت دی تھی مگر ان کے عقیدت مندوں کی تعداد کم نہیں۔ جنوبی افریقہ کا بھی کئی مرتبہ سفر کیا۔

مولانا نے جام جودھ پور کی جامع مسجد میں تقریباً ۸۰ برس امامت وخطابت اور تبلیغ وتدریس فرمائی۔ دینی خدمات بلا معاوضہ انجام دیں اور ذریعہ معاش تجارت رکھا۔ مہمان نوازی اور اہلِ علم کی خاطر داری میں مشہور تھے۔ بدمذہبوں سے مناظرے بھی کئے۔ وہ حق کی راہ میں تمام عمر مردِ میداں رہے۔

مولانا محمود جان کو کاٹھیاواڑ کے لوگ ''باپو'' کے لفظ سے عزت دیا کرتے۔ اسیرانِ سحر وآسیب اور مریضانِ جسمانی وروحانی کے آپ بہترین عامل اور طبیب بھی تھے۔ مہلک زخم پر لعابِ دہن لگا دیتے تو مریض شفایاب ہو جاتا۔

مولانا مستجاب الدعوات بھی تھے۔ انہوں نے اپنے علاقہ میں غلط رسومات اور متعدد فتنوں کا سدِّ باب بھی کیا۔

حضرت مولانا محمود جان کے لئے حضرت صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی نے فرمایا کہ ان جیسا فنافی الشیخ میں نے خلفائے اعلیٰ حضرت میں کسی کو نہیں دیکھا۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد ان کا ذکر زبان پر آتے ہی آنسوؤں کی جھڑیاں لگ جاتیں۔ ہر سال وہ اپنے پیر ومرشد کا عرسِ مبارک بہت اہتمام سے مناتے۔

میری طرح جانے کتنے ہوں گے جن کے لئے یہ بات ایک ''انکشاف'' ہی ہوگی کہ اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی علیہ الرحمۃ کے مزار شریف کے گنبد کا ڈیزائن حضرت مولانا محمود جان ہی کا تجویز کیا ہوا ہے۔ دھوراجی کے علاقہ میں ایک جلسۂ دستارِ فضیلت کے موقع پر انہیں حضرت صدر الافاضل نے فرمایا کہ آج اعلیٰ حضرت کے بارے

میں آپ کا خطاب ہوگا۔ مولانا کی عادت تھی کہ مہمان علمائے کرام کی موجودگی میں خطاب نہیں فرماتے تھے۔ بہت عذر کیے لیکن صدر الافاضل نے اصرار کیا۔ کہتے ہیں کہ اس روز سنانے والے حضرت مولانا محمود جان ہی کے نہیں، سننے والے تمام حاضرین کے بھی آنسو نہیں تھمے۔

حضرت مولانا محمود جان کو شاعری سے کچھ خاص لگاؤ نہیں تھا لیکن ۲۶۶ اشعار پر مشتمل انہوں نے اپنے مرشدِ گرامی کی سوانح لکھی۔ ایک منقبت بھی ان کی کہی ہوئی مشہور ہے:

ہم نے کیا "احمد رضا" دیکھا تجھے — سرِّ ذاتِ مصطفیٰ ﷺ دیکھا تجھے
حق تعالیٰ کی قسم "احمد رضا" — نائبِ خیر الوریٰ دیکھا تجھے

یہ منقبت ۱۳۵ اشعار پر مشتمل ہے۔ شاہزادگانِ اعلیٰ حضرت کی مدح میں بھی ان کے اشعار کہے ہوئے مشہور ہیں۔

حضرت مولانا محمود جان نے جام جودھ پور ہی میں ۱۱۵ برس کی عمر میں ۳ صفر المظفر ۱۳۷۰ھ ۱۴ نومبر ۱۹۵۰ء کو وصال فرمایا۔ ۱۹۹۸ء میں ان کے دامادِ اصغر مولانا قاری احمد رضا افریقہ سے سفر کر کے بھارت گئے اور ڈھائی ماہ جام جودھ پور میں قیام کر کے مولانا کے مزار شریف کی عمارت اور عالیشان گنبد کی تکمیل کی۔ خانقاہِ عالیہ برکاتیہ کے حضرت سید آلِ رسول حسنین میاں نظمی نے آستانۂ مولانا محمود جان پر فاتحہ خوانی کے بعد فرمایا کہ ایسی روحانیت کم ہی آستانوں میں نظر آتی ہے۔

حضرت مولانا محمود جان علیہ الرحمۃ نے علمی گھرانے ہی میں آنکھ کھولی، اہلِ علم سے وابستہ ہے، ان کے تعارف اور تعریف میں علم ہی نمایاں ہے۔ آج بھی ان کے عرس مبارک میں اکابر علمائے کرام انہیں محبت و تکریم سے یاد کرتے ہیں۔ سچ ہے کہ "فضیلتِ علم ہی امتیازِ بشر ہے۔"

اعلیٰ حضرت محدثِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی ایک کتاب "ایضاح سنت" پر تصدیق بھی لکھی تھی۔ یہ تصدیق ماہِ جولائی ۱۹۱۷ء میں اصح المطابع پریس، لکھنو سے طبع ہونے والی کتاب "ایضاحِ سنت" (۱۳۳۰ھ) کے صفحہ ۱۲۳ پر درج ہے جو درج ذیل ہے:

"اللھم لک الحمد یہ مبارک رسالہ، ہدایت قبالہ، تصنیفِ لطیف صاحب المکرّم اخی فی اللہ، ذی الفضل والجاہ، حامی السنن، ماحی الفتن، مولانا مولوی محمود جان صاحب قادری برکاتی پشاوری، حماہ اللہ وقاہ وزادفی مدارج الکمال مرتقاہ، فقیر کی نظر سے گزرا۔ میں نے اسے باوصف جمالِ اجمال بقصد کافی کمال اکمال سے مزّین پایا۔ حق سبحانہ نے اس زمانۂ فتن ومحن میں جو مصنف کو توفیق حمایت دین و نکایت مفسدین عطا فرمائی، اس پر حمدِ الٰہی بجالایا۔ الحمدللہ یہ فاضل مجیب سلمہ القریب پر اللہ ورسول کی منت ہے اور اس کا صلہ ان شاء اللہ الکریم ثم رسول الرؤف الرحیم قربِ الٰہی و جنت ہے، عزوجل اللہ وعلیٰ حبیبہٖ صلی اللہ وعلیٰ الہٖ ومن والاہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔"

یہ کتاب آٹھ سوالات کے جوابات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب پر تصدیق وتقریظ لکھنے والوں میں حضرت مولانا حامد رضا خان بریلوی، حضرت مولانا مصطفیٰ رضا نوری بریلوی، حضرت مولانا محمد عبد الرحمٰن عرف محمد رمضان خان قادری، حضرت مولانا امجد علی اعظمی رضوی، حضرت مولانا سید اولاد علی مراد آبادی، حضرت مولانا عبید النبی نواب مرزا قادری، حضرت مولانا حشمت علی قادری، حضرت مولانا عبد العتیق محمد صدیق علی، حضرت مولانا وصی احمد سورتی، مولانا ابوسراج عبد الحق، مولانا عبد الاحد، مولانا محمد فضل حق، مہتمم مدرسہ رحمانیہ پیلی بھیت، حضرت مولانا محمد عبد المقتدر بدایونی، حافظ محمد بخش مدرس اول مدرسہ محمدیہ بدایوں، مولانا محمد ابراہیم القادری مدرس مدرسہ شمسیہ، بدایوں، مولانا ابوالمنظور محمد عبد الماجد قادری بدایونی، حضرت مولانا محمد حبیب الرحمٰن القادری بدایونی، مولانا ابو النعمان محی الدین، محمد اعجاز حسین مجددی، حضرت مولانا ارشاد حسین رامپوری، مولانا محمد ہدایت الرسول برکاتی، حضرت مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی، مولانا مشتاق احمد ابن مولانا شاہ احمد حسن کانپوری، مولانا فیض احمد کانپوری، مولانا محمد سلیمان، مولانا فقیر محمد مدرس مدرسہ احسن المدارس کانپور، مولانا محمد کرامت اللہ دہلوی، مفتی عبد الرشید مہتمم مدرسہ نعمانیہ، دہلی، مولانا محمد پُردل، مولانا محمد عمر دہلوی، مولانا محمد عبد السلام جبل پور، حضرت مولانا

محمد برہان الحق جبل پوری، مولانا محمد سخاوت حسین تلہری، حضرت ابو الفلاح فضل محمد غجد وانی، مولوی گل احمد پشاوری، مولوی بابا میاں ابن یوسف میاں کاٹھیاواڑی، مولوی عبدالحلیم دھوراجی، مولانا محمد عبدالسمیع بنارسی، مولانا محمد سیف الدین مدرس مدرسہ نظامیہ، بمبئی، مولانا عبد الحکیم کریالوی، مولوی نور محمد سیف الحق، مفتی محمد سعید سرہندی جلال آبادی، مولوی محمد جسیم، بمبئی، مولانا عبدالمنعم، بمبئی، مولانا مرزا محمد بمبئی، مولوی محمد عثمان، مولانا غلام رسول سورتی، حضرت مولانا قاضی شاہ عبدالغفار قادری بنگلوری، پیر سید حید شاہ بنگلوری، حضرت مولانا ابو محمد دیدار علی رضوی، مولانا حسین احمد عاشق انطوری، حضرت مولانا رحم الٰہی جیسی شخصیات شامل ہیں۔ ان سبھی نے مصنف کو ان کی خوبیوں کے حوالے سے القاب اور ان کی محنتوں کا ذکر کرتے ہوئے دعاؤں سے یاد کیا ہے۔

۱۳۳۰ ہجری مین لکھی گئی یہ کتاب اور اس پر اس قدر تصدیقات مولانا محمود جان صاحب کی اس دور میں مقبولیت اور شہرت کا پتا دیتی ہیں۔"

حاجی امین صاحب نے ایک نیا انکشاف یہ بھی کیا کہ بنگلہ دیش کے ایک شہر میمن سنگھ میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قدس سرہٗ کے ایک خلیفہ حضرت مولانا علی اکبر رضوی صاحب ہیں، جن کی عمر ۱۳۰ سال کے قریب ہے۔ ابھی کچھ دن پہلے تک حیات تھے، اب خبر نہیں۔ اگر راقم کے پاس وقت ہوتا تو وہ فقیر کے ساتھ ان کی زیارت کے لئے جاتے انہوں نے وہاں ایک مدرسہ بھی قائم کیا تھا اور قرآن مجید کے ترجمہ کے ساتھ تفسیر بھی لکھی تھی۔ حاجی صاحب نے یہ بھی بتایا کہ مولانا سید عبدالقادر صاحب راجکوٹ والے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ سے نہیں بلکہ مجدد حضور مفتی اعظم علامہ مولانا مصطفےٰ رضا خان قادری برکاتی رضوی قدس سرہ العزیز سے بیعت تھے اور ان کو خلافت واجازت بھی حاصل تھی۔

راقم نے ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کے مقاصد اور کارکردگی کے متعلق مختصراً حاجی صاحب کو بتایا۔ یہ بھی بتایا کہ ناچیز بھی اعلحضرت عظیم البرکت قدس سرہٗ السامی سے سہ طرفہ نسبت غلامی رکھتا ہے۔ جدّ امجد حضرت علامہ مولانا سید ہدایت رسول قادری برکاتی نوری علیہ الرحمۃ الباری (م ۱۹۱۵ء) خاتم الا ولیاء حضرت علامہ ابوالحسن نوری میاں قدس سرہٗ العزیز سے بیعت تھے، خلافت واجازت بھی حاصل تھی لیکن ساتھ ہی اعلحضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ سے شاگردی وخلافت کا شرف بھی حاصل تھا۔ اعلحضرت آپ پر بہت اعتماد کرتے تھے اور انہیں اپنا دست راست قرار دیتے تھے۔ فقیر کے والد ماجد حضرت مولانا سید وزارت رسول قادری علیہ الرحمۃ (م ۱۹۷۶ء) حجۃ الاسلام حضرت علامہ مولانا مفتی حامد رضا خاں قادری برکاتی نوری رضوی نوّر اللہ مرقدہٗ (م ۱۹۴۳ء) سے شرف بیعت وخلافت سے مشرف تھے۔ یہ گنہ گار وسیہ کار (وجاہت رسول قادری) حضور مفتی اعظم حضرت علامہ مولانا مصطفےٰ رضا خاں قادری برکاتی نوری رضوی قدس اللہ سرہٗ العزیز (م ۱۹۸۱ء) سے بیعت کی سعادت رکھتا ہے اور اعلحضرت کے بھتیجے اور حجۃ الاسلام کے داماد حضرت علامہ مولانا مفتی تقدس علی خاں قادری حامدی رضوی علیہ الرحمۃ سے خلافت واجازت بھی حاصل اور یہ سب بیان تحدیث نعمت کے طور پر ہے اور یہ خطاکار جو کچھ بھی آج سے وہ اپنی سہ طرفہ نسبتوں اور ان بزرگانِ کرام کی دعاؤں اور نظرِ کرم کے طفیل ہے۔

یاالٰہی ہے تری ہم پہ نہایت رحمت
ہے ترا جودِ اتم، لطف وکرم بے غایت
ایسے مرشد کی غلامی کا شرف ہم کو عطا
تیری رحمت نے کیا تیری عنایت سے ہوا

(مولانا محمود جان محمودؔ)

حاجی امین صاحب نے فرمایا کہ کاش کہ میرے برادرِ بزرگ حاجی غلام مصطفےٰ صاحب آج یہاں ہوتے تو آپ سے مل کر بہت خوش ہوتے۔ ان کو کتبِ اہل سنت خصوصاً تصانیف اعلحضرت عظیم البرکت کی نشرواشاعت سے بڑا شغف ہے۔ آپ کے ادارہ کی ۲۴ سالہ کارکردگی یقیناً قابل ستائش ہے۔ افسوس کہ بھائی صاحب آج کل ہندوستان اپنے شہر گئے ہوئے ہیں، وہ کراچی بھی جاتے رہتے

ہیں، اگر ایسا ہوا تو وہاں آپ سے ضرور ملاقات کریں گے۔

ابھی ہم گفتگو کر ہی رہے تھے کہ باہر بارش زور دار شروع ہوگئی۔ علامہ بخاری نے حاجی امین صاحب سے رخصت چاہی کہ ابھی ہمیں مولوی بازار میں ایک دو حضرات سے مل کر واپس حاجی محمد علی بھٹو صاحب کے دفتر جانا ہے۔ انہوں نے کہا نہیں آج دوپہر کا کھانا آپ حضرات میرے گھر پر کھائیں اور میں بھٹو صاحب کو بھی فون کر دیتا ہوں کہ وہ بھی وہیں آجائیں اور ہمارے ساتھ کھانا تناول فرمائیں۔ چنانچہ انہوں نے حاجی بھٹو صاحب کو فون کر دیا۔ بھٹو صاحب نے فرمایا کہ ٹھیک ہے میں ان دونوں مہمانوں کو اپنی کار میں لیکر آپ کے گھر آجاؤنگا۔

ہم دونوں حاجی امین صاحب کے دفتر سے نکلے تو حاجی صاحب نے اپنے دفتر کے ایک صاحب کو چھتری کے ساتھ ہمارے پیچھے بھیج دیا کہ یہ لوگ جہاں تک جانا چاہیں وہاں چھوڑ کر آجاؤ قریب ہی مولوی بازار میں بنگلہ دیش کے ایک بینک "نیشنل بینک" کا ایک ریجنل دفتر تھا۔ علامہ بخاری نے فرمایا کہ یہاں ان کے ایک دوست مطلوب صاحب اس بینک کے اے۔ جی۔ ایم ہیں، یہ پہلے دیناجپور میں ہوتے تھے۔ ۱۹۷۱ء کے ہنگامہ قتل وغارت گری کے المیہ سے گذرے ہیں۔ ان کی داستان بڑی خونچکاں ہے۔ شریف النفس اور دیندار انسان ہیں آیئے آپ سے ان کی ملاقات کرواتے ہیں اور ان ہی کی زبانی ان کی الم انگیز داستان سنواتے ہیں۔ ہم بارش کے پانی اور مولوی بازار کی تنگ سڑک پر بارش کی وجہ سے تھمے ہوئے اور نالیوں سے ابلتے ہوئے گندے پانی کے چھینٹوں سے بچتے بچاتے ہوئے نیشنل بینک کے دفتر پہنچے۔ ان کا دفتر پہلی منزل پر تھا۔ فرشی منزل پر برانچ تھی۔ کاؤنٹر پر بھیڑ بھاڑ اور بینکنگ کے لین دین کے ہمہ ہمی تھی۔ ہم لوگ سیڑھیوں سے چڑھ کر پہلی منزل پر گئے۔ مطلوب صاحب ڈاکٹر ارشاد احمد بخاری صاحب کا نام سن کر بذات خود ہمارے استقبال کے لئے اپنے کمرے سے باہر آئے اور اندر لے گئے۔ علامہ بخاری نے فقیر سے حسنِ ظن رکھتے ہوئے مطلوب صاحب سے شاندار الفاظ میں تعارف کرواتے ہوئے کہا کہ یہ صرف ایک اسلامی اسکالر ہی نہیں ہیں بلکہ ایک سینئر بینکر بھی ہیں۔ پاکستان کے سب سے بڑے کمرشل بینک حبیب بینک میں سینئر وائس پریذیڈنٹ کی پوزیشن میں ۱۹۹۷ء میں ریٹائر ہوئے ہیں۔ مطلوب صاحب یہ سن کر بہت خوش ہوئے۔ کچھ بینکوں کی کارکردگی کے حوالے سے گفتگو رہی۔ اسی دوران ۱۹۷۱ء کے سانحہ کا ذکر نکل آیا۔ جناب مطلوب صاحب اس ذکر پر نہایت سنجیدہ ہوگئے اور نہایت دل گرفتہ آواز میں مکتی باہنی کی قتل وغارت گری کی دل فگار داستان آبدیدہ ہوکر سنائی اور درمیان میں کئی بار باآواز بلند رو پڑے۔ ان کی آہ و بکا اس قدر پرسوز اور دل دوز تھی کہ ہماری آنکھوں سے بھی آنسوں جاری ہوگئے اور فقیر دورانِ گفتگوں سوچتا رہا کہ نہ جانے کتنی ایسی ہی المناک داستانیں مظلوموں کی زبان اور قلم وقرطاس پر آئے بغیر ہی ان کے سینے میں دفن قبروں کے اندر چلی گئی ہوگی کہ وقت کا تاریخ نویس بھی ان کی تہہ تک نہ پہنچ سکا اور نہ اب صبح قیامت تک پہنچ سکے گا۔ اور یہ بات دونوں ہی جانب سے ہوئی ہوگی، حکومت وقت کی جانب سے اور باغیوں کی جانب سے بھی۔ کیا وقت آگیا تھا کہ بھائی بھائی کے خون کا پیاسا تھا۔

ان کی خونچکاں داستان رقم کرنے کے لئے نہ راقم میں ہمت ہے اور نہ یہ قلم وقرطاس ہی اس کو برداشت کر سکے گا۔ یوں سمجھئے کہ مطلوب صاحب ایک کربلا سے گذر گئے۔ اپنے ہی بھائیوں کے ہاتھوں لٹے۔ دیناجپور میں ان کی نگاہوں کے سامنے ان کے گھر بار کو لوٹا گیا۔ ان کے خاندان اور اہلِ وعیال جب جان بچانے کے لئے بھاگے تو ان کی نگاہوں کے سامنے انہیں ذبح کیا گیا۔ مطلوب صاحب اپنی جان بچانے کی خاطر جنگلوں اور ندی نالوں میں چھپتے چھپاتے رہے اور مکتی باہنی کے قاتل غنڈے ان کی تلاش میں ان کے پیچھے پیچھے چلتے رہے۔ کئی دنوں کی فاقہ کشی اور پیاس نے جب انہیں نڈھال کر دیا تو ہمت کر کے جنگل میں ایک کٹیا میں داخل ہوگئے۔

دیکھا تو وہاں اللہ کا ایک برگزیدہ بندہ ذکر اذکار اور ہاؤ ہو میں مشغول ہے۔ ان کی آہٹ پا کر اس بزرگ نے پیار و محبت سے ان کو دیکھا اور قریب بلایا۔ یہ نہایت ناگفتہ بہ حالت میں تھے۔ شیو بڑھے ہوئے تھے۔ بال الجھے ہوئے اور غبار آلود۔ تین چار دنوں کے فاقوں سے آنکھیں دھنس چکی تھیں، چہرہ اور جسم سیاہ ہو چکا تھا۔ جسم پر لباس چھیتھڑے چھیتھڑے تھا، ننگے پاؤں میلوں میل پیدل چل چل کر پیروں کے تلوے زخم زخم اور ورم شدہ ہو چکے تھے۔ کھڑے ہونے کی تاب نہیں تھی جب اللہ کے اس ولی نے پیار سے انہیں قریب بلایا تو یہ لڑکھڑاتے ہوئے ان کی آغوش میں گر پڑے۔ انہوں نے شفقت ومحبت سے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا پانی پلایا۔ منہ ہاتھ دھلایا۔ جو کچھ بھی کھانا میسر تھا پیش کیا۔ تسلی دی اور ان کے حق میں دعا کی اور فرمایا کہ اللہ عزوجل دشمنوں سے تمہاری حفاظت فرمائے گا۔ ایک دو دن اپنی کٹیا میں رکھا اور پھر فرمایا کہ جاؤ اللہ تمہارا نگہبان ہے۔ اپنے گھر کو دوبارہ آباد کرو۔ اللہ غیب سے تمہیں رزق عطا فرمائے گا کچھ دن بعد جب یہ واپس اپنے شہر کی طرف لوٹے راستے میں دو تین بار مکتی باہنی والے انہیں ملے، انہیں روکا اور انہیں قتل کرنے کا ارادہ کیا، لیکن مطلوب صاحب بنگالی بہت فروانی سے بولتے تھے۔ پوچھ گچھ کے بعد خود انہیں چھوڑ دیا کہ تم وہ نہیں ہو جس کی ہمیں تلاش ہے۔ مطلوب صاحب کا فرمانا تھا کہ کئی بار ایسا ہوا کہ مکتی باہنی کے فوجیوں کو دیکھ کر وہ جھاڑیوں میں چھپ گئے یا کسی نالے میں دبک کر بیٹھ گئے، باغی فوجی جھاڑیوں اور ندی نالوں کی تلاشی لیتے پھر رہے تھے اور ان کے سامنے چھپے ہوئے متعدد مردوں، عورتوں اور بچوں کو پکڑ پکڑ کو گولیاں مار کر ان کو قتل کیا لیکن حیرت کی بات یہ تھی کہ انہیں چھپا ہوا دیکھتے اس کے باوجود وہ آگے گذر جاتے کہ گویا دیکھا ہی نہیں۔ مطوب صاحب کا کہنا تھا کہ یہ اس اللہ کے ولی کی کرامت تھی کہ جنہوں نے دعا دی تھی کہ ان شاء اللہ یہ تمہارا بال بھی بیکا نہیں کر سکیں گے اور اللہ تمہیں وہاں سے رزق عطا فرمائے گا جہاں سے تم سوچ بھی نہیں سکتے۔ انہوں نے کہا حالات جب درست ہوئے تو کچھ دنوں کے بعد ہی انہیں نیشنل بینک میں نوکری مل گئی اور آج اس ولی اللہ کی دعاؤں کی بدولت اس اہم عہدے پر وہ فائز ہیں۔ جب حالات کچھ بہتر ہوئے اور اردو داں طبقے سے نفرتوں کا طوفان ذرا تھما تو وہ اپنے محسن، اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے سے ملاقات کرنے اور ان کا شکریہ ادا کرنے اس جگہ گئے جہاں وہ ملے تھے لیکن وہ جگہ ویران تھی۔ اردگرد کے دیہاتیوں سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ہم نہیں جانتے کہ وہ کون تھے اور کہاں سے یہاں آئے تھے اور کہاں چلے گے کیونکہ نہ انہیں اس جنگل میں کسی نے آتے دیکھا نہ جاتے۔ مطلوب صاحب نے فرمایا کہ ان بزرگ سے دوبارہ ملاقات کی بڑی آرزو ہے۔ وہ متعدد بار اس خاص مقام پر اور اردگرد کے علاقوں میں دور تک سفر کر چکے ہیں لیکن ابتک کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ فقیر نے غم زدہ آواز میں ان سے کہا کہ کتب معتبرہ میں لکھا ہے کہ یہ وہ عباداللہ (اللہ تعالیٰ کے خاص بندے) ہیں جو خلق خدا کی مدد کے لئے بھیجے جاتے ہیں۔ جب ان کی کرامت ظاہر ہو جاتی ہے تو وہ دوسری جگہ نقل کر جاتے ہیں۔

انہوں نے فرمایا اس دن سے اولیاء اللہ پر ان کا اعتقاد مزید پختہ ہو گیا۔ آج ان کا (مطلوب صاحب کا) اپنا وجود ولی کامل کی ایک زندۂ جاوید کرامت ہے۔ انہوں نے بدعقیدہ لوگوں کو چیلنج کرتے ہوئے کہا کہ کون کہتا ہے کہ اللہ کے ولی کسی کی مدد نہیں کر سکتے میں خود اس کا زندہ ثبوت ہوں۔

جناب مطلوب صاحب کی داستان غم سننے میں ہمیں یہ احساس نہیں رہا کہ کتنا وقت گذر گیا۔ ہم نے گھڑی دیکھی تو ڈیڑھ بج رہے تھے۔ ابھی ہمیں نماز ظہر پڑھنی تھی پھر حاجی محمد علی بھٹو صاحب کے ساتھ حاجی امین صاحب کے گھر جانا تھا۔ ہم دونوں نے چشم نمدیدہ اور قلب غم گزیدہ کے ساتھ مطلوب صاحب سے رخصت چاہی، انہوں نے فرمایا کہ آپ دوپہر کا کھانا ہمارے ساتھ کھا کہ جائیں۔ ہم نے انہیں بتایا کہ ہم پہلے ہی ایک صاحب کے ہاں مدعو ہیں۔ سلام

رخصت کے بعد راقم اور ڈاکٹر بخاری صاحب بینک سے باہر آئے۔ بارش کی شدت میں کمی آچکی تھی، ہلکی ہلکی جھڑیاں جاری تھیں۔ سڑک کے کنارے پیدل چلتے ہوئے جناب حاجی بھٹو صاحب کے دفتر آگئے۔ جماعت ظہر ہو چکی تھی ہم دونوں نے قریب کی مسجد میں جاکر قصر ادا کی۔ پھر بھٹو صاحب کے پاس واپس آتے طے ہوا کہ حاجی امین صاحب کے یہاں دوپہر کا کھانا کھا کر ہم واپس بھٹو صاحب کے دفتر آئیں گے اور شام کو بھٹو صاحب کی کار میں حافظ خلیل الرحمٰن صاحب کے یہاں سے اپنا سامان لیتے ہوئے بھٹو صاحب کے گھر چلیں گے اور رات وہیں قیام کریں گے۔

حاجی محمد علی بھٹو صاحب کو اپنے دفتر سے اٹھتے خاصا وقت لگ گیا۔ ہم لوگ جب حاجی امین صاحب کے گھر پہنچے تو دن کے تقریباً تین بج چکے تھے۔ حاجی امین صاحب محلہ کہائے ٹولہ میں ایک پانچ منزل فلیٹ کی نچلی منزل میں قیام پذیر ہیں۔ انہوں نے ہماری پرتکلف دعوت کی۔ میمنی کھانوں کی مختلف اقسام کے علاوہ موسم کے تمام پھل آم، کٹھل، انناس، انگور، سیب وغیرہ سب دسترخوان پر موجود تھے۔ یہاں پر جدید حالات کے تقاضوں کے مطابق اہل سنت کی تصنیف و تالیف اور نشر و اشاعت کے میدان میں کارکردگی موضوع بحث رہی۔ جناب حاجی محمد علی بھٹو صاحب نے فرمایا کہ غیروں کی تصانیف سہل اور آسان زبان میں ہیں اور ہر مکتبہ اور لائبریری میں موجود ہیں، جبکہ اہل سنت کے علماء کی نگارشات مصطلحات اور مغلق جملوں سے پر ہوتی ہیں اور ان کی اشاعت بھی عام نہیں ہے۔ اول تو جدید تعلیم یافتہ طبقہ تک وہ پہنچتی نہیں اور اگر پہنچتی بھی ہیں تو ان کے زبان و فہم سے بالاتر ہونے کی وجہ سے ان میں وہ اثر پذیری نہیں ہے جو کتاب لکھنے کا مقصود ہے۔ لہذا جدید تعلیم یافتہ جوان اپنی علمی پیاس بجھانے کے لئے غیروں کے لٹریچر کا دست نگر ہوتا ہے اور ظاہر ہے پھر ان کے معتقدات و خیالات سے لامحالہ متاثر بھی ہوتا ہے۔ راقم نے کہا کہ یہ ایک حقیقت ہے۔ ہم نے ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا (انٹرنیشنل) کی بنیاد اسی لئے ڈالی ہے کہ کالج یونیورسٹی اور جدید تعلیم یافتہ حلقوں میں اہل سنت کی تصانیف خصوصاً تصانیفِ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کو ان ہی کی زبان اور ان کے فہم و ادراک کی سطح کے مطابق متعارف کیا جائے۔ الحمد اللہ گذشتہ ۲۲ برسوں میں اس میں ہمیں بڑی حد تک کامیابی ہوئی ہے۔ دنیا کی ۲۵ سے زیادہ جامعات میں اعلٰحضرت پر پی۔ ایچ ڈی اور ایم۔ فل کی سطح پر تحقیقی کام ہو رہا ہے ۱۰ سے زیادہ پی۔ ایچ۔ ڈی مقالات لکھے اور منظور کئے جاچکے ہیں اور اس سے زیادہ زیر تکمیل ہیں۔ اسلئے آپ جیسے صاحبانِ ثروت کو ہمارے ساتھ مالی تعاون کرنا چاہئے۔ بنگلہ دیش میں چٹاگانگ، ڈھاکہ اور دیناجپور میں متعدد ادارے اس نوعیت کا کام کر رہے ہیں جو آپ جیسے علم دوست صاحب ثروت حضرات کی خصوصی توجہ کے منتظر ہیں۔ یاد رکھئے کہ بغیر فائنانس کے نشر و اشاعت اور تصنیف و تالیف کا کام بے آب و گیاہ زمین پر کاشتکاری کے مترادف ہے۔

ڈاکٹر سید ارشاد بخاری صاحب نے فقیر کی تائید کی جس پر حاجی امین صاحب اور محترم محمد علی بھٹو صاحب نے حامی بھری کہ ہم خود ایسے اداروں کے ساتھ مالی تعاون کرنے کے لئے تیار ہیں لیکن کوئی ٹھوس منصوبہ کے ساتھ سامنے آئے اور اپنی سابقہ کارکردگی سے ہمیں مطمئن کرے۔ کھانے کے بعد چائے کا دور چلا پھر بعد دعا ہم حاجی امین صاحب سے رخصت ہو کر بھٹو صاحب کے دفتر آئے۔ ڈاکٹر ارشار بخاری صاحب نے جناب بھٹو صاحب سے درخواست کی کہ اگر ان کی کار خالی ہو تو ہم لوگ کچھ علماء سے ملاقات کر کے اور مزارات کی زیارت کر کے شام ۷ بجے تک ان کے دفتر پر واپس آتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ کار آپ حضرات کی خدمت میں ہے آپ ڈرائیور کے ساتھ جہاں جانا چاہیں ہو آئیں، لیکن مغرب تک ممکن ہو تو دفتر واپس آجائیں ورنہ گھر آجائیں۔ ڈاکٹر بخاری صاحب نے جامعہ طیبیہ قادریہ محمد پور ڈھاکہ کے سابق پرنسپل، اور اسلامک فاؤنڈیشن ڈھاکہ کے سابق ڈائرکٹر مولانا حافظ عبدالجلیل صاحب کو جو محمد پور ڈھاکہ میں

رہائش پذیر ہیں، فون کیا اور راقم کے متعلق بتایا کہ وہ ڈھاکہ آئے ہوئے ہیں اور کل کراچی روانہ ہوجائیں گے لہٰذا آج آپ سے ملاقات بہت ضروری ہے۔ انہوں نے بہت مسرت کا اظہار فرمایا اور دعوت دی کہ آپ آج شام کی چائے میرے ساتھ پئیں۔ راقم نے بھی ان سے گفتگو کی۔ انہوں نے اس بات پر افسوس کا اظہار فرمایا کہ راقم اس سفر کے دوران دوبار پہلے ڈھاکہ آیا لیکن وہ ملاقات نہ کر سکے۔ پھر انہوں نے ڈاکٹر ارشاد بخاری صاحب کو محمد پور، تاج محل روڈ، بلاک سی میں اپنی رہائش کا پتہ سمجھایا۔ ہم لوگ شام پانچ بجے کے قریب جناب حاجی بھٹو صاحب کی کار میں ان کے گھر پر پہنچے پتہ بہت آسان تھا ان کا گھر آف تاج محل روڈ، نزد آئیڈیل پرائمری اسکول تھا۔ ان کا قیام پہلی منزل پر تھا۔ مولانا بہت گرمجوشی سے ملے۔ بہت دیر تک اعلیٰحضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ کی تصانیف کی اشاعت کے متعلق گفتگو ہوتی رہی۔ انہوں نے اعلیٰحضرت کے فکرو مشن کے ابلاغ میں ادارہ کی کارکردگی کو خراج تحسین پیش کیا۔ اس ضمن میں ادارے کے سرپرست اعلیٰ ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب زید مجدہٗ اور مرکزی مجلس رضا کے بانی حکیم موسیٰ صاحب مرحوم مغفور کی مساعی جلیلہ کو خاص طور پر سراہا۔ حضرت مولانا حافظ عبدالجلیل صاحب مدظلہ العالی اہل سنّت بنگلہ دیش کے فاضل علما و اسکالرز میں شمار ہوتے ہیں۔ گھر کے ماحول سے اندازہ ہوا کہ طرز زندگی درویشانہ ہے۔ زورِ خطابت اور زورِ قلم دونوں اعتبار سے بہت معروف ہیں۔ بیس سے زیادہ کتب و مقالات کے مصنف اور مترجم ہیں بنگالی، اردو، عربی، فارسی اور انگریزی زبان ولغت سے اچھی طرح واقف ہیں۔ اعلیٰحضرت کے عاشق ہیں۔ بنگلہ دیش میں جو چند فعال ادارے اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کے حوالے سے تحقیق و تدقیق اور تصنیف و ترجمہ کا کام کررہے ہیں ان میں مولانا کی قائم کردہ ''اعلیٰحضرت سنّی اکیڈیمی'' ڈھاکہ ایک ممتاز مقام کی حامل ہے۔ گذشتہ چار برسوں سے ڈھاکہ پریس کلب کے ہال میں امام احمد رضا کانفرنس منعقد کرتے چلے آرہے ہیں جن میں ملک کے نامور علماء و اسکالرز خطاب کرتے اور اپنے مقالات پڑھتے ہیں۔ فقیر کے دل میں ایسے فاضل درویش اسکالر کے حالات زندگی اور کارنامے جاننے کی خواہش پیدا ہوئی چنانچہ مختصر انٹرویو سے ان کے جو حالات زندگی سامنے آئے وہ قارئین کرام کے افادے کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔ مولانا حافظ عبدالجلیل صاحب کا سن پیدائش ۱۹۴۳ء اور مقام چٹاگانگ ہے۔ ۱۹۶۴ء میں آپ نے جامعہ احمدیہ سنیہ عالیہ سے کامل کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۷۰ء میں چٹاگانگ یونیورسٹی سے جنرل ہسٹری میں ایم۔ اے۔ کیا۔ ۱۹۷۲ء میں چھاگل نیّا فینی گورنمنٹ کالج میں بطور لکچرار (جنرل ہسٹری) تعیناتی ہوئی۔ ۱۹۷۳ء میں آپ نے بنگلہ دیش سول سروس (Bcs) کا امتحان پاس کیا اور بنگلہ دیش کے ایک قومی بینک اگرامی بینک (سابق حبیب بینک) میں بحیثیت سینئر گریڈ آفیسر آپ کی تقرری ہوئی۔ بعد میں (۱۹۷۴ء) آپ نواب فیض النساء گورنمنٹ کالج (چٹاگانگ) میں لکچرار کی حیثیت سے شامل ہوئے۔ ۱۹۷۷ء میں جب انجمن رحمانیہ چٹاگانگ کی جانب سے سنّی (بنگلہ) ماہنامہ ''ترجمان'' کا اجراء ہوا تو آپ اس کے مدیر مقرر ہوئے آپ کی ادارت میں ''ترجمان'' کے سولہ شمارے شائع ہوئے۔ اسی سال جامعہ احمدیہ سنیہ عالیہؔ میں بطور پرنسپل آپ کا تقرر ہوا۔ ۱۹۷۸ء میں جب پیرطریقت حضرت طیب شاہ علیہ الرحمۃ (سری کوٹ شریف، سرحد، پاکستان) نے ڈھاکہ میں جامعہ قادریہ طیبیّہ عالیہ قائم کیا تو آپ اس کے پہلے پرنسپل مقرر ہوئے اور ۱۹۸۷ء تک اس منصب پر فائز رہے۔ ۱۹۸۷ء میں آپ نے بنگلہ دیش اسلامک فاؤنڈیشن میں بطور ڈائرکٹر ملازمت اختیار کی جہاں سے آپ ۱۹۹۰ء میں ریٹائر ہوئے۔ ۱۹۹۰ء تا ۱۹۹۵ء آپ دوبارہ جامعہ قادریہ طیبیہ عالیہ ڈھاکہ کے پرنسپل ہوئے۔ انہی دنوں حافظ عبدالجلیل صاحب نے سوچا کہ بنگلہ دیش میں اہل سنت کی بقا اور شناخت قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ یہاں اعلیٰحضرت عظیم البرکت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ

الرحمۃ والرضوان کے افکار اور ان کے علمی و دینی خدمات اور تعلیمی نظریات کے فروغ اور نشر و اشاعت کے لئے بنگلہ دیش کے مرکز ڈھاکہ میں ایک ادارے کا قیام ناگزیر ہے۔ اس ضمن میں ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی پاکستان کی مثال ان کے سامنے موجود تھی۔ چنانچہ آپ نے اپنے بعض احباب علماء کے مشوروں اور تعاون سے ۱۹۹۵ء میں اعلیٰحضرت سنّی اکیڈیمی قائم کی جس کے آپ صدر نشیں قرار پائے اور بحمد اللہ آج تک اس حیثیت سے بطریق احسن خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ہر سال یومِ رضا کے موقع پر ڈھاکہ پریس کلب میں اعلیٰحضرت سنّی اکیڈیمی کے تحت امام احمد رضا کانفرنس کا انعقاد کامیاب طریقہ پر ہوتا چلا آرہا ہے اور ان شاء اللہ تا صبح قیامت یہ سلسلہ جاری و ساری بلکہ ترقی پذیر رہے گا۔

حافظ صاحب نے دوران انٹرویو بتایا کہ وہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا (انٹرنیشنل) کراچی، پاکستان کی کارکردگی سے بہت متاثر ہیں اور یہی چیز ڈھاکہ میں امام احمد رضا کانفرنس کے اجراء کی محرک بنی۔ انہوں نے جذبۂ انکساری کا اظہار فرماتے ہوئے کہا کہ اس صدقہ جاریہ کا اجر بھی ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کے صدر اور اراکین کو جاتا ہے۔ (اللہ تعالیٰ حافظ صاحب قبلہ کو اس حسنِ ظن پر اجرِ جزیل عطا فرمائے، آمین)

پڑھے لکھے طبقے میں امام احمد رضا کانفرنس کے انعقاد کے اچھے نتائج مرتب ہوتے دیکھ کر حافظ صاحب کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اعلیٰحضرت سنّی اکیڈیمی کا ایک ماہنامہ ترجمان بھی نکلنا چاہیئے۔ چنانچہ جولائی ۱۹۹۹ء میں ''سنّی برتا'' کے نام سے ڈھاکہ سے ایک ماہنامہ کا اجراء کیا گیا۔ ۳۲ صفحات کا یہ ماہنامہ بحمد اللہ ابتک کامیابی اور پابندی سے شائع ہو رہا ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ حافظ صاحب قبلہ اور ان کے ساتھیوں کے خلوص کے طفیل یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ حافظ عبد الجلیل صاحب خود اس کے چیف ایڈیٹر ہیں۔ انہوں نے ۲۰۰۳ء کے تین شمارے نمبر ۴۵، ۴۶، اور ۴۷ فقیر کو نمونتاً عطا فرمائے۔

جیسا کہ راقم نے پہلے عرض کیا کہ حضرت قبلہ عبد الجلیل صاحب۔ ایک درویش صفت لیکن ہمہ جہت شخصیت کے مالک ہیں۔ انہوں نے گذشتہ پندرہ برسوں میں اہل سنّت بنگلہ دیش کے اتحاد و اتفاق اور ان کے عقائد و نظریات کے تحفظ و فروغ کے لئے انتھک محنت کی ہے۔ متعدد ادارے قائم کئے ہیں۔ کئی قائم شدہ اداروں کو استحکام بخشا ہے۔ تصنیف و تالیف کے میدان میں بعض تاریخ ساز کارنامے انجام دیے ہیں مثلاً انہوں نے چاند پور میں ''مدرسۂ فاطمۃ الزہراء'' کے نام سے بچیوں کا ایک مدرسۂ قائم کیا۔ اہل سنّت کی سیاسی حیثیت کو تسلیم کروانے کے لئے ''بنگلہ دیش اسلامک فرنٹ'' کے نام سے ایک تنظیم بنائی جس کے وہ خود چیرمین ہیں۔ اس کے قیام کا مقصد بنگلہ دیش کے سنّی نوجوانوں خصوصاً کالج یونیورسٹی اور مدارسِ اسلامی کے طلباء کو اپنے حقوق کے تحفظ کے لئے فعال کرنا ہے۔ اس کے علاوہ اہل سنّت و جماعت بنگلہ دیش کے آپ سکریٹری جنرل بھی ہیں اس کے صدر الصدور علامہ نور الاسلام ہاشمی مدظلہ العالی ہیں۔ بطور ڈائرکٹر اسلامک فاؤنڈیشن بنگلہ دیش آپ کا عظیم کارنامہ پنجاب یونیورسٹی لاہور کے اسلامک انسائیکلو پیڈیا کا بنگلہ زبان میں ترجمہ اور اشاعت ہے۔ جس میں قبلہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مدظلہ العالی کا امام احمد رضا پر مقالہ (بنگالی ترجمہ) بھی شامل ہے۔ آپ کی ڈائریکٹر شپ کے دوران علامہ مفتی احمد یار خاں صاحب علیہ الرحمۃ کی تصنیف ''علم القرآن'' اور غزالیِ دوراں علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی صاحب علیہ الرحمۃ کی تصنیف اسلام اور عیسائیت کا بنگالی ترجمہ بھی شائع ہوا۔

انہی سب علمی کارناموں کی وجہ سے مولانا حافظ عبد الجلیل صاحب مدظلہ العالی کا شہرہ بیرون ملک تک پہنچ چکا ہے۔ چنانچہ ۲۷/ جولائی ۲۰۰۳ء کو برمنگھم، انگلینڈ میں منعقد ہونے والی انٹرنیشنل سنّی کانفرنس میں آپ کو بنگلہ دیش سے خصوصی طور پر مدعو کیا گیا۔

جیسا کہ گذشتہ سطور میں بیان کیا گیا کہ حافظ صاحب ایک صاحب قلم عالم ہیں، آپ ابتک درج ذیل کتب بنگالی زبان میں تحریر کر چکے ہیں جن میں کچھ اردو اور عربی زبان سے ترجمے بھی شامل ہیں:

۱۔ بخاری شریف شنکالن (ترجمہ بخاری شریف)
۲۔ نور نبی صلّی اللہ علیہ وسلم
۳۔ احکام المزار
۴۔ اصلاح بہشتی زیور (بنگالی ترجمہ)
(اردو۔ مصنف۔ مولانا حشمت علی خاں علیہ الرحمۃ)
۵۔ عقائد و سائل (بنگالی ترجمہ)
(عربی۔ مصنف۔ سید آل سمیط مکۃ المکرمہ)
۶۔ میلاد و قیام
۷۔ عید میلاد النبی صلّی اللہ علیہ وسلم
۸۔ کراماتِ غوث اعظم
۹۔ رحمۃ اللعالمین صلّی اللہ علیہ وسلم
۱۰۔ حقائقِ تحریکِ بالاکوٹ (بنگالی ترجمہ)
(اردو۔ مصنف علامہ سید شاہ حسین گردیزی صاحب مدظلہ)
۱۱۔ شیعہ پرچی (غیر مطبوعہ)
۱۲۔ گیارھویں شریف، تاریخ اور قصیدۂ غوثیہ کا بنگالی ترجمہ
۱۳۔ سفرِ اجمیر شریف
۱۴۔ اعلیٰحضرت شورو بنکا (یادگارِ اعلیٰحضرت) ۱۹۹۷ء، ۱۹۹۸ء، ۱۹۹۹ء
۱۵۔ میلاد و قیام، فتاویٰ مکۃ المکرمہ و مدینۃ المنورّہ

حافظ صاحب موصوف کو بغداد شریف کے سجادہ نشین صاحب سے شرف بیعت و خلافت بھی ہے۔ مولانا حافظ عبدالجلیل صاحب حفظہ اللہ الباری الجلیل کے تعارف کا مقصد برصغیر پاک و ہند کے علماء و اسکالرز مصنفین و ناشرین حضرات خصوصاً رضویات کے محققین کرام سے ان کا تعارف کرانا مقصود ہے۔ ممدوح حافظ صاحب بنگلہ دیش کے دار الحکومت ڈھاکہ کی نامساعد فضاء میں بیٹھ کر جس طرح اہل سنّت کے عقائد و نظریات کے تحفظ اور بقا کی جنگ تن تنہا اپنے چند مخلصین کے ساتھ مل کر لڑ رہے ہیں اس میں ان سے تعاون کی ضرورت ہے ہمیں چاہئے اہل سنت کے زیادہ سے زیادہ جرائد و رسائل اور مطبوعات ان تک پہنچائی جائیں اور اہل ثروت حضرات اگر ان کی مدد کر سکیں تو وہ بھی کریں تا کہ زیادہ سے زیادہ کتب بنگالی زبان میں ترجم ہو کر عوام الناس بالخصوص وہاں کے جدید پڑھے لکھے طبقے تک پہنچ سکے۔

حافظ صاحب نے پر تکلف ناشتہ سے ہماری ضیافت کی اور اظہار شفقت و محبت کے طور پر فقیر کو تحفہ بھی پیش کیا اللہ تبارک و تعالیٰ اس گنہ گار کے ساتھ ان کے حسنِ ظن کی جزائے جزیل انہیں عطا فرمائے (آمین)

ان سے رخصت ہو کر ہم حاجی بھٹو صاحب کے دفتر مولوی بازار واپس آئے واپسی میں ہم نے راستے میں ڈھاکہ کے مشہور ولی اللہ حضرت سید احمد شاہ علیہ الرحمۃ کے مزار پاک واقع میر پور نمبر۱، پر حاضری دی۔ مزار شریف پر آپ کے وصال شریف کی تاریخ ۹۸۵ھ درج ہے۔

حواشی

۱؎ ہندوستان سے تجارت کا حجم تازہ ترین اطلاع کے مطابق تین بلین ڈالر سالانہ ہے۔ (انگریزی روزنامہ ڈان، مضمون نگار کلدیپ نیر، مورخہ ۱۵ر جولائی ۲۰۰۶ء)

۲؎ اب تازہ ترین اعداد چھ بلین ڈالر سالانہ ہے۔ (بحوالۂ سابق)

۳؎ بقول حاجی امین صاحب مولانا محمود جان صاحب قدس سرہٗ فنافی الشیخ تھے، انہوں نے ادباً اپنے مرشدِ گرامی اعلیٰحضرت عظیم البرکت کی حیات میں اور بعدِ وصال ان کے شاہزادگان کی موجودگی نہ تو کسی کو داخل سلسلہ کیا اور نہ ہی کسی کو خلافت عطا فرمائی، جو بیعت و خلافت کا طلبگار ہوتا اس کو بارگاہِ اعلیٰحضرت یا ان کے شاہزادگان کے حضور بھیج دیتے۔ (وجاہت)

۴؎ صد حیف کہ حاجی غلام مصطفےٰ صاحب اسی سال (۲۰۰۲ء میں) ہندوستان میں اپنے شہر میں انتقال فرما گئے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین ﷺ۔ (وجاہت)

جاری ہے..........

لمحۂ یادگار

فاضل بریلوی رح اس صدی کی نمایاں ترین شخصیت تھے

امام احمد رضا کانفرنس سے جسٹس اجمل میاں، فرمان فتح پوری اور دیگر مقررین کا خطاب

کراچی (اسٹاف رپورٹر) سندھ ہائیکورٹ کے چیف جسٹس مسٹر جسٹس اجمل میاں نے کہا ہے کہ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی کی تصانیف اور تحریریں علم کی روشنی کا چراغ ہیں جن سے اہل علم ہمیشہ مستفید ہوتے رہیں گے وہ نہ صرف اپنے زمانے کے حالات بلکہ مستقبل کے معاملات پر بھی گہری دسترس رکھتے تھے۔ وہ اتوار کو مقامی ہوٹل میں امام احمد رضا کانفرنس سے صدارتی خطاب کر رہے تھے جو ان کے 70 ویں یوم وصال پر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کے زیر اہتمام منعقد کی گئی تھی انہوں نے امام احمد رضا کو اس صدی کی نمایاں ترین نابغۂ عصر علمی شخصیت قرار دیتے ہوئے کہا کہ امام موصوف نے فقیہانہ بصیرت اور انتہائی صلاحیت کو بروئے کار لاتے ہوئے ہر شعبہ حیات میں مسلمانوں کی رہنمائی کی۔ مہمان خصوصی ڈاکٹر فرمان فتحپوری نے امام احمد رضا کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ وہ دنیائے علم و ادب کے درخشاں ستارے ہیں امام موصوف کی سب سے بڑی خصوصیت عشق رسول کی وہ حرارت ہے جو انہوں نے مسلمانوں کے دل میں پیدا کی اور محبت رسول کے چراغ کی روشنی

بقیہ۔ فاضل بریلوی رح

میں مسلمانوں کو محبت و اخوت اور امن و سکون کی راہ دکھائی۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کے صدر سید ریاست علی قادری نے خطبہ استقبالیہ پیش کرتے ہوئے ادارہ کے مقاصد اور پروگرام کی وضاحت کی
سینیٹر (ریٹائرڈ) ڈاکٹر مفتی سید شجاعت علی قادری علامہ شاہ تراب الحق قادری پروفیسر ڈاکٹر شفیق علی خان پروفیسر جمیل اختر خان پروفیسر ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مولانا عبدالعزیز عرفی اور راشد حسن قادری نے مقالے پیش کئے اس موقع پر وزیر اعظم محترمہ بے نظیر بھٹو نے اپنے پیغام میں کہا کہ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم امام احمد رضا خان بریلوی کی جلائی ہوئی عشق مصطفیٰ کی شمع کی روشنی میں قومی یکجہتی اور بھائی چارے کیلئے کام کریں۔
وفاقی وزیر مملکت برائے مذہبی امور خان بہادر خان نیشنل ہجرہ کونسل کے مشیر ڈاکٹر امین اے بلوچ جامعہ کراچی کے وائس چانسلر ڈاکٹر منظور الدین احمد سندھ اسمبلی کے ڈپٹی اسپیکر عبدالرازق خان، میئر کراچی ڈاکٹر فاروق ستار اور روزنامہ جنگ کے ایڈیٹر انچیف میر خلیل الرحمٰن نے بھی اپنے پیغامات میں امام احمد رضا کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا ہے۔